Spot CMYK#Waheed

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس مفتی محمد امجد حکیم محمد فیضان غفار الحق

فی شمارہ..............25 روپے
سالانہ..............300 روپے

خط وکتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

قانونی مشیر
الحاج غلام علی فاروق
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ وچمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب و تحریر

صفحہ

اداریہ ....معاشی وسیاسی بحران اور ہماری دینی حالتِ زار..........مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۶۶)...... بے جا اور مہمل سوالات کی ممانعت........// // ۶

درسِ حدیث ....نماز میں خشوع وخضوع کی فضیلت واہمیت (قسط ۳)......// // ۹

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

دعا کی فضیلت اور اس کے آداب..........حافظ محمد فرحان ۱۷

اِس دور کے چارہ گر کہاں ہیں؟ (قسط ۴)..........مفتی محمد امجد حسین ۲۱

فجر اور شفق کے درجہ کی تحقیق (قسط ۴)..........مفتی محمد رضوان ۲۴

ماہِ ربیع الاول: چوتھی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات..........مولوی طارق محمود ۲۹

سجدہ سہو کے مسائل (نماز کے احکام: قسط ۱۸)..........مفتی محمد امجد حسین ۳۲

جانوروں کے حقوق وآداب (قسط ۳)..........مفتی محمد رضوان ۳۵

علماء وطلباء کے لیے ہدایات (قسط ۲)..........اصلاحی مجلس: حضرت مولانا ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب ۴۹

علم کے مینار..........سرگذشت عہدِ گُل (قسط ۳۰)..........مفتی محمد امجد حسین ۵۴

تذکرۂ اولیاء:.......... ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان (قسط ۱۱)........// // ۵۶

پیارے بچو! .... جیسی کرنی ویسی بھرنی..........ابو فرحان ۶۰

بزمِ خواتین .... علمِ دین حاصل کرنے کی ضرورت..........مفتی ابو شعیب ۶۲

آپ کے دینی مسائل کا حل... مغرب کے انتہائی اور عشاء کے ابتدائی وقت کی تحقیق.......ادارہ ۶۴

کیا آپ جانتے ہیں؟.......... سوالات وجوابات..........ترتیب: مولانا ابرار حسین ستی ۸۷

عبرت کدہ .... حضرت لوط علیہ السلام (قسط ۸)..........ابو جویریہ ۹۱

طب وصحت.......... اسٹرابیری خوشنما اور مفید پھل..........حکیم محمد فیضان ۹۵

اخبارِ ادارہ.......... ادارہ کے شب وروز..........مولانا محمد امجد حسین ۹۷

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں..........ابرار حسین ستی ۹۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

مفتی محمد رضوان

معاشی وسیاسی بحران اور ہماری دینی حالتِ زار

وطنِ عزیز کو آج کل شدید معاشی بحران کا سامنا ہے، اور اس کے ساتھ سیاسی حالت بھی انتہائی ناگفتہ بہ ہے، لوٹ مار، قتل وغارت گری، چور بازاری، رشوت کی بہتات کے علاوہ بے روزگاری، مہنگائی اور اشیائے ضرورت کی قلت کے تمام گذشتہ ریکارڈ ٹوٹ چکے ہیں۔

طویل عرصہ سے ملک خشک سالی کا شکار ہے، دریا اور ڈیم خشک ہو چکے ہیں، یا ہوتے جا رہے ہیں، بجلی اور گیس کی لوڈ شیڈنگ نے عوام کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے، اور اس کے نتیجہ میں ملک کے صنعتی ادارے بری طرح متاثر اور مفلوج ہو رہے ہیں، ملک کی ہزاروں ایکڑ جگہ ریگستان کا منظر پیش کر رہی ہے۔

ہمارے ہمسایہ ملک میں جگہ جگہ پانی کی ذخیرہ اندوزی اور ڈیم سازی کا عمل جاری ہے، بعض ذرائع کے مطابق انڈیا میں اب تک ڈھائی صد کے قریب ڈیم تیار ہو چکے اور مزید ہو رہے ہیں، مگر ہمارے ملک میں مدتِ دراز سے ایک کالا باغ ڈیم نہیں بن سکا، جس پر کروڑوں روپے بھی خرچ کر دیئے گئے، مگر بحالاتِ موجودہ اس کا معاملہ کھٹائی میں نظر آتا ہے۔

موجودہ حکمرانوں اور وسیع تر قومی مفاد کے اداروں کے عہدیداروں نے رشوت خوری اور ملکی خزانہ کی لوٹ مار کا جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے، اس سے لگتا ہے کہ یہ کوئی ذمہ دار وعہدہ دار نہیں، بلکہ ڈاکو ہیں، جو دن دھاڑے قومی خزانے کو لوٹ رہے ہیں، مختلف بلکہ چھوٹی چھوٹی اشیاء پر حکمران کھلے عام کمیشن اور بھتہ وصول کر رہے ہیں۔

شنید ہے کہ بعض ڈیموں کے نگرانوں نے کمیشن کے لالچ میں مچھلی پکڑنے والوں کی سہولت کے لئے ڈیموں سے پانی کا غیر ضروری اخراج کر کے پورے ملک کے عوام کو پریشانی واضطراب میں مبتلا کر دیا ہے غور کرنے کا مقام ہے کہ جس ملک کے حکمران ہی اپنے عوام اور رعایا کی لوٹ کھسوٹ میں مصروف ہو جائیں، اور اداروں کے تحفظ ونگرانی کی تنخواہ پانے والے افراد ہی چند ٹکوں کی خاطر پوری قوم کو اندھیرے گڑھے میں دھکیلنے لگیں، تو اس ملک کا کیا بنے گا؟ ے

Idara Ghufran

گربہ میر و سگ وزیر و موش را دربان کنند ایں چنیں ارکان دولت ملک را ویراں کنند

ان حالات میں ایک ناگفتہ بہ پہلو یہ ہے کہ ایسے خائن اور غدار لوگوں کا محاسبہ اور مؤاخذہ کرنے کا بھی کوئی اہتمام وانتظام نہیں۔

اگر چہ عدلیہ کے کاندھوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے، مگر ہمارے یہاں عدلیہ کو بھی آزادی حاصل نہیں، انتہائی جدوجہد کے بعد ججوں کی بحالی عمل میں آئی، لیکن تاحال عدلیہ کے طے شدہ فیصلوں کو کماحقہٗ اہمیت نہیں دی جاسکی، اوران پر عمل درآمد میں حکومت رکاوٹ بنتی رہی۔

دوسری طرف آزاد میڈیا سے کوئی توقع کی جاسکتی تھی، لیکن جس ملک کا آوہ کا آوہ ہی بگڑا ہوا ہو، اس میں میڈیا سے بھی خیر کی توقع رکھنا مشکل ہے، بالخصوص جبکہ میڈیا کا مقصود پیسہ کمانا اور شہرت کا حاصل کرنا بن جائے، اور وہ عالمی طاقتوں کے مفادات کا امین اوران کا تابع ہے۔

چنانچہ موجودہ حالات میں میڈیا سے جس قسم کی توقعات وابستہ تھیں، میڈیا نے اپنے فرضِ منصبی کی حدتک ان کی بجاآوری سے قوم کو مایوس کیا، اوراگر چہ میڈیا کے چند اقدامات بعض پہلوؤں سے بہتر ثابت ہوئے ہیں، لیکن وہ بالکل ناکافی ہیں۔

اولاً تو میڈیا کے ذمہ داروں نے کسی معیار کی پاسداری کے بغیر خانہ پری کا سلسلہ شروع کررکھا ہے، کہ عوام کونئی سے نئی خبر سے آگاہ کر کے مصروف اوراپنی طرف متوجہ رکھا جائے، جس کی وجہ سے یہ تمیز نہیں کی جاتی کہ کونسی خبر نشر کرنا مفید ہے، اور کونسی مفید نہیں، دوسرے جلد بازی میں بہت سی غلط خبریں بھی نشر کردی جاتی ہیں۔ تیسرے اصلاح کے جذبہ کے بجائے دوسرے کی تنقید وتحقیر اور تجارتی مقاصد پیشِ نظر ہوتے ہیں، جس کے نتیجہ میں اصلاح کے بجائے فساد سامنے آتا ہے۔

اس قسم کے مفاسد کا سدِ باب ہوئے بغیر میڈیا سے خیر کی توقع رکھنا محال ہے۔

نااہل حکمرانوں کے انتخاب اور موجودہ ناگفتہ بہ حالات کا اہم سبب اگر چہ ہم لوگوں کے اعمال کا بگاڑ ہے، جس کے لئے ہر شخص کو توبہ واستغفار اوراپنی اصلاح کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔

لیکن ظاہری سبب کے درجہ میں ایک وجہ حکمرانوں کے انتخاب کے عمل میں شرفاء وصلحاء اور نیک لوگوں کا الگ تھلگ ہوکر بیٹھ جانا اورانتخابی عمل کے اختیار کو بددینوں کے حوالے کردینا ہے۔

چنانچہ ملک کے قیام سے لے کراب تک نیک اور شریف لوگوں کی اکثریت اس بنیاد پر ووٹوں میں حصہ

لینے سے اجتناب کرتی رہی ہے، کہ یہ نظام غیر شرعی یا غلط ہے، لیکن یہ سوچنے کی زحمت نہیں کی کہ اسی عمل کے ذریعہ سے پچاس سال سے زائد عرصہ سے نااہل حکمرانوں کا انتخاب ہوتا رہا ہے، اور اس سے الگ رہنے سے فائدہ کے بجائے نقصان کا سامنا کرنا پڑتا رہا ہے۔

جب تک اس قسم کے غلط تصورات کی اصلاح نہ ہو، اس وقت تک کسی بڑی تبدیلی یا بہتری کی توقع رکھنا ممکن نہیں۔

بہرحال وجوہات جو کچھ بھی ہوں، وطنِ عزیز معاشی وسیاسی بحران کے جس مرحلہ پر پہنچ چکا ہے، وہ انتہائی افسوسناک مرحلہ ہے، جن کی اصلاح کی فکر کرنا ملک کے ہر باشندہ کا فریضہ ہے۔

توبہ واستغفار، رجوع وانابت الی اللہ، احکامِ شرع کی بجا آوری، حرام سے پرہیز، حلال کا اہتمام، منکرات وخرافات سے اجتناب، سادگی واتباعِ سنت کا اہتمام، خیانت، ملاوٹ، ذخیراندوزی، کام چوری سے پرہیز، انسانی ہمدردی وخیر خواہی اور خدمتِ خلق کے جذبہ سے سرشاری، اسراف، فضول خرچی، تضیعِ اوقات اور بے فائدہ تعلقات بڑھانے سے بچنا، زکاۃ، صدقات، خیرات حسبِ توفیق، حسبِ وسعت بجالانا، یہ روحانی نسخے ہیں، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے نکلنے اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں، برکتوں، مغفرتوں اور بخشائشوں کو اپنے شاملِ حال کرنے کے۔

کیونکہ جس گردابِ بلا میں ہم اجتماعی طور پر آج پھنسے ہوئے ہیں، اس میں مجموعی طور پر ہماری بدعملیوں، بے حسیوں کو اور اللہ کے فرض واجب احکامات جو زندگی کے ہر شعبے میں لاگو ہیں، ان سے روگردانی وسرکشی کو بڑا دخل ہے برے حکمرانوں کا تسلط، خوف وبھوک میں ابتلاء، عہدوں ومناصب پر خائن وراشی، کام چور ونااہل عملہ واہل کاروں کا فائز وبراجمان ہونا یہ بدعملیوں کی پاداش میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کی ہی ایک ظاہری شکل ہے۔

آج ہماری قومی واجتماعی اور نجی وانفرادی زندگی کا مختصر نقشہ دو لفظوں میں یہ ہے کہ ہم میں سے ہر شخص بیک وقت ظالم بھی ہے، اور مظلوم بھی، اپنے وسعت واختیار کے دائروں میں ہم فرعون، ہامان وقارون کا طرزِ عمل اپنائے ہوئے ہیں، اور تمدنی زندگی کے جن دائروں میں ہم دوسروں کے دست نگر ہیں، وہاں دوسرے فرعون، ہامان اور ہم فرعونی رعیت میں بھیڑ بکریوں کی زندگی گزارنے والے بنی اسرائیل کی طرح مظلوم ہیں، اس طرح ہر آن اس زندگی میں ہم قانون مکافاتِ عمل سے گذر رہے ہیں، لیکن کاش کہ ہم سمجھتے، عبرت پکڑتے، بصیرت سے کام لیتے۔ ''مَالِھٰذَا الْقَوْمِ لَایَکَادُوْنَ یَفْقَھُوْنَ قَوْلًا''

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۶۶ آیت ۱۰۸) مفتی محمد رضوان

بے جا اور مہمل سوالات کی ممانعت

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ. وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ (۱۰۸)

ترجمہ: کیاتم یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے اسی قسم کے سوال کرو، جیسے پہلے موسیٰ سے کئے جا چکے ہیں (مثلاً اللہ تعالیٰ کو علانیہ دیکھنے کا مطالبہ) اور جو شخص ایمان کے بدلے کفر اختیار کرے، وہ یقیناً سیدھے راستے بھٹک گیا (۱۰۸)

تفسیر وتشریح

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رافع بن حریملہ اور وہب بن زید (یہودی) نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اے محمد (موسیٰ کی طرح) ہمارے پاس ایسی کتاب لایئے جو ہم پر آسمان سے نازل ہو، اوراس کو ہم پڑھیں، اور ہمارے لئے پانی کی نہریں جاری کریں، تو ہم آپ کی اتباع کریں گے، اور آپ کی تصدیق کریں گے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (تفسیر ابنِ ابی حاتم)

اور حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ قریش نے حضور ﷺ سے صفا پہاڑی کے سونا بننے کا مطالبہ کیا تھا، لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے اس کو ان کے ایمان لانے پر مشروط کیا، تو انہوں نے اس سے انکار کر دیا، اور وہ واپس چلے گئے، جس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر ابنِ ابی حاتم)

حضرت ابوالعالیہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا کہ اگر ہمارے گناہوں کا کفارہ بنی اسرائیل کے گناہوں کے کفارے کی طرف ہوتا، تو اچھا تھا، جس پر رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل کے گناہوں کے کفاروں کی سختی کو بیان کیا، مثلاً یہ کہ جب ان میں سے کوئی گناہ کرتا تھا، تو اس کے دروازے پر وہ گناہ لکھا ہوا ہوتا تھا، اور اللہ تعالیٰ نے اس امت کو جو گناہوں کی تلافی کا طریقہ عطا فرمایا ہے، وہ بنی اسرائیل سے بہت بہتر ہے۔

اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر ابنِ ابی حاتم)

اور حضرت سدی اور حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ عرب نے بنی اسرائیل کی طرح حضور ﷺ سے اللہ تعالیٰ کو علانیہ دیکھنے کا مطالبہ کیا تھا، جس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر ابنِ ابی حاتم)

اور کیونکہ اس قسم کے سوالات کرنے والوں کا مقصود اعتراض کرنا تھا، حق کو قبول کرنا نہیں تھا، جیسا کہ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام سے طرح طرح کے مطالبات منوانے کے باوجود ایمان نہیں لائے تھے، اور یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی کے مطالبہ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی چیز پوری کردی جائے، تو پھر اس کا انکار کرنا سخت عذاب کا باعث ہوا کرتا ہے۔

اس کے علاوہ حق کو قبول کرنے کے لئے اس قسم کے بے جا مطالبات کرنا درست نہیں۔

غرضیکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے اعتراضات اور مہمل اور نازیبا سوالات سے مومنوں کو منع فرمادیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں حکمتیں اور مصلحتیں جدا جدا ہوتی ہیں، بندے کو اس میں کٹ حجتی اور قیل وقال کرنے کا کوئی حق نہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کے احکام میں حجتیں نکالنا، اور اللہ کے نبی سے الجھنا، یا اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کو غیر مناسب سمجھنا، یہ سب کفر کی بات ہے، جس کی طرف اس جملہ میں اشارہ ہے کہ:

”وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ“

اور فضول اور مہمل وبے فائدہ سوالات اور خاص کر ان کی کثرت شریعت کی نظر میں پسندیدہ نہیں، اور نقصان کا باعث ہیں۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ اللّٰهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا قِيلَ وَقَالَ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ (بخاری، حدیث نمبر ۱۴۷۷ بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى لَا يَسْأَلُوْنَ النَّاسَ إِلْحَافًا)

ترجمہ: میں نے نبی ﷺ سے سنا، آپ فرمارہے تھے کہ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تین چیزوں کو ناپسند فرماتے ہیں، ایک تو قیل وقال کو، اور دوسرے مال ضائع کرنے کو، اور تیسرے (بے جا) سوالوں کی کثرت کو (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ بے فائدہ سوالات کی کثرت کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

دَعُونِی مَا تَرَکْتُکُمْ إِنَّمَا هَلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ بِسُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰی أَنْبِیَائِهِمْ فَإِذَا نَهَیْتُکُمْ عَنْ شَیْءٍ فَاجْتَنِبُوهُ وَإِذَا أَمَرْتُکُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ (بخاری، حدیث ۶۷۴۴، واللفظ لهٔ، مسلم حدیث نمبر ۲۳۲۱، مسند احمد حدیث نمبر ۹۸۸۷)

ترجمہ: جن چیزوں کو میں نے تمہارے لئے چھوڑ دیا، ان کا مجھ سے سوال نہ کرو، کیونکہ تم سے پہلے لوگ کثرت سے سوال کرنے اور اپنے نبیوں کے ساتھ اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے، پس جب میں تمہیں کسی چیز سے منع کروں، تو اس سے باز رہو، اور جب تمہیں کسی چیز کا حکم کروں، تو اس پر اپنی حسبِ قدرت عمل کرو (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ بے جا اور مہمل سوالات اور انبیاء علیہم السلام سے الجھنے کی وجہ سے پہلی امتیں ہلاک ہو چکی ہیں، اس لئے شریعت کے احکام میں کیڑے نکالنا اور ان میں کٹ حجتی کرنا درست نہیں، جس کی وجہ سے بعض اوقات کفر بھی لازم آ جاتا ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

کان الناس یتساء لون عن الشیء من أمر رسول الله أو یسألون رسول الله وهو حلال فلا یزالون یسألون فیه حتی یحرم علیهم (مسند البزار حدیث نمبر ۱۲۲۹)

ترجمہ: لوگ ایک حلال چیز کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کرتے رہے، یہاں تک کہ وہ ان پر حرام کردی گئی (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ بعض حلال چیزوں کے بارے میں بلا وجہ سوال کرتے رہنے سے ان کو حرام کر دیا گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ آج کل جو لوگ دین کے بارے میں کثرت سے مہمل اور فضول ولایعنی سوالات کرتے پھرتے ہیں، جن کا عملی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، یہ دین کے لئے سخت نقصان دہ ہیں، البتہ ضروری اور مفید سوالات، جن کا عملی زندگی سے تعلق ہو، ان میں کوئی حرج نہیں۔

درسِ حدیث　　مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

نماز میں خشوع وخضوع کی فضیلت واہمیت (قسط۳)

حضرت ابوعبداللہ اشعری سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلا لا يُتِمَّ رُكُوعَهُ يَنْقُرُ فِي سُجُودِهِ وَهُوَ يُصَلِّي ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَوْ مَاتَ هَذَا عَلَى حَالِهِ هَذِهِ مَاتَ عَلَى غَيْرِ مِلَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَثَلُ الَّذِي لا يُتِمُّ رُكُوعَهُ وَيَنْقُرُ فِي سُجُودِهِ ، مَثَلُ الْجَائِعِ يَأْكُلُ التَّمْرَةَ وَالتَّمْرَتَانِ لا يُغْنِيَانِ عَنْهُ شَيْئًا (المعجم الكبير للطبراني حديث نمبر ۳۷۴۸،الآحاد والمثانی لابن أبی عاصم،حدیث نمبر ۵۹۵، معرفة الصحابة لابی نعیم حدیث نمبر ۲۵۸۸ ،أمثال الحدیث لأبی الشیخ الأصبهانی ،حدیث نمبر ۲۴۷)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، جو رکوع مکمل نہیں کررہا تھا، اور سجدوں میں ٹھونگ لگارہا تھا (یعنی سجدے بھی مکمل نہیں کررہا تھا، اور بہت جلدی جلدی سجدے کررہا تھا) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ اسی حالت پر (نماز پڑھتے ہوئے) فوت ہوگیا، تو یہ محمد ﷺ کے دین کے علاوہ پر فوت ہوگا، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ آدمی جو رکوع مکمل نہ کرتا ہو، اور سجدوں میں ٹھونگیں مارتا ہو، ایسے بھوکے شخص کی طرح ہے، کہ جو ایک اور دو کھجوریں کھاتا ہے، جن سے اس کی ضرورت پوری نہیں ہوتی (ترجمہ ختم)

اور مسند ابی یعلیٰ میں یہ الفاظ ہیں:

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم بصر برجل يصلى لا يتم ركوعه ، ولا سجوده ، فقال : لو مات هذا على ما هو عليه لمات على غير ملة محمد

Idara Ghufran

صلی اللہ علیہ وسلم ، فأتموا الرکوع والسجود ، فإن مثل الذی لا یتم رکوعہ ولا سجودہ مثل الجائع لا یأکل إلا التمرۃ والتمرتین ، لا تغنیان عنہ شیئا (مسند أبی یعلی الموصلی حدیث نمبر ۷۰۲۷)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا، جو نماز پڑھ رہا تھا، جو کہ نہ رکوع مکمل کر رہا تھا، اور نہ سجدہ، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ اسی حالت پر (نماز پڑھتے ہوئے) فوت ہوگیا، تو یہ محمد ﷺ کے دین کے علاوہ پر فوت ہوگا، تو تم رکوع اور سجدوں کو مکمل کیا کرو، اور بے شک وہ آدمی جو نہ رکوع مکمل کرتا ہو، اور نہ سجدے، ایسا ہے، جیسا کہ بھوکا شخص، جو ایک اور دو کھجوریں کھاتا ہے، جن سے اس کی ضرورت پوری نہیں ہوتی (ترجمہ ختم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

إِنَّ الرَّجُلَ لَيُصَلِّی سِتِّينَ سَنَةً مَا تُقْبَلُ لَهُ صَلاةٌ ، لَعَلَّهُ يُتِمُّ الرُّكُوعَ ، وَلاَ يُتِمُّ السُّجُودَ ، وَيُتِمُّ السُّجُودَ ، وَلاَ يُتِمُّ الرُّكُوعَ (مُصنف ابن أبی شیبۃ،حدیث نمبر ۲۹۸۰، باب فی الرجل يَنْقُصُ صَلاَتَهُ ، وَمَا ذُكِرَ فِيهِ ، وَكَيْفَ يَصْنَعُ فِيهَا)

ترجمہ: بے شک آدمی ساٹھ سال نماز پڑھتا رہتا ہے، مگر اس کی نماز قبول نہیں کی جاتی، کیونکہ وہ یا تو رکوع کو مکمل کرتا ہے، تو سجدہ کو مکمل نہیں کرتا، اور سجدے کو مکمل کرتا ہے، تو رکوع کو مکمل نہیں کرتا (ترجمہ ختم)

اور حضرت زید بن وہب فرماتے ہیں کہ:

عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا يُصَلِّی فَطَفَّفَ فَقَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ مُنْذُ كَمْ تُصَلِّی هَذِهِ الصَّلَاةَ قَالَ مُنْذُ أَرْبَعِينَ عَامًا قَالَ مَا صَلَّيْتَ مُنْذُ أَرْبَعِينَ سَنَةً وَلَوْ مِتَّ وَأَنْتَ تُصَلِّی هَذِهِ الصَّلَاةَ لَمِتَّ عَلَى غَيْرِ فِطْرَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ إِنَّ الرَّجُلَ لَيُخَفِّفُ وَيُتِمُّ وَيُحْسِنُ (سنن النسائی ، حدیث نمبر ۱۳۱۱،باب تطفیف الصلاۃ،واللفظ لہٗ، مسند احمد ۲۳۲۵۸، المعجم الاوسط للطبرانی، حدیث نمبر ۱۷۱۸، مسند البزار حدیث نمبر ۲۸۱۹)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے، اور (رکوع

وسجدہ میں) کوتاہی کررہاہے، تواس کوحضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم کتنی مدت سے یہ نماز پڑھ رہے ہو، تواس نے کہا کہ چالیس سال سے، تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس کوفرمایا کہ اگر آپ اسی طرح کی نماز پڑھتے ہوئے فوت ہوگئے، تو محمد ﷺ کی فطرت (وملت) کے علاوہ پرفوت ہونگے، پھرفرمایا کہ بے شک آدمی نماز ہلکی پڑھ سکتا ہے، لیکن اسے مکمل اوراچھی پڑھنی چاہئے (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ اگر آدمی زیادہ لمبی نماز نہ پڑھے، ہلکی نماز پڑھنا چاہے، تواس کی گنجائش ہے، لیکن اس کے ساتھ اس کا لحاظ کرنا ضروری ہے کہ رکوع وسجدہ اورنماز کے دیگرارکان مکمل ادا کرے، اورنماز کواچھی کرکے پڑھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا کَانَ فِی الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا یُنَاجِی رَبَّهُ فَلَا یَبْزُقَنَّ بَیْنَ یَدَیْهِ وَلَا عَنْ یَمِینِهِ وَلَکِنْ عَنْ یَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ (بخاری، حدیث نمبر ۳۹۶، کتاب الصلاة، باب لیبزق عن یسارہ أو تحت قدمہ الیسری، واللفظ لہٗ، مسلم حدیث نمبر ۱۲۵۸)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا کہ مومن جب نماز میں ہوتا ہے، تووہ اپنے رب سے مناجات کررہا ہوتا ہے، لہٰذا اپنے سامنے اوراپنی دائیں طرف نہ تھوکے، البتہ (ضرورت کے وقت) اپنے بائیں طرف یا اپنے قدم کے نیچے تھوک لے (ترجمہ ختم)

نماز میں قبلہ اوراپنی دائیں طرف تھوکنا نماز کے خشوع کے خلاف ہے، اس لئے اس سے منع کیا گیا، اور تھوکنے کی ضرورت پیش آئے، تواس کا طریقہ اگلی حدیث میں بیان کردیا گیا ہے۔

چنانچہ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَأَی نُخَامَةً فِی الْقِبْلَةِ فَشَقَّ ذَلِکَ عَلَیْهِ حَتَّی رُئِیَ فِی وَجْهِهِ فَقَامَ فَحَکَّهُ بِیَدِهِ فَقَالَ إِنَّ أَحَدَکُمْ إِذَا قَامَ فِی صَلَاتِهِ فَإِنَّهُ یُنَاجِی رَبَّهُ أَوْ إِنَّ رَبَّهُ بَیْنَهُ وَبَیْنَ الْقِبْلَةِ فَلَا یَبْزُقَنَّ أَحَدُکُمْ قِبَلَ قِبْلَتِهِ وَلَکِنْ عَنْ یَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمَیْهِ ثُمَّ أَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهِ فَبَصَقَ فِیهِ ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهُ عَلَی بَعْضٍ فَقَالَ أَوْ

يَفْعَلُ هَكَذَا(بخاری، حدیث نمبر ۳۹۰، کتاب الصلاۃ، باب حک البزاق بالید من المسجد)

ترجمہ: نبی علیہ السلام نے (مسجد میں) قبلہ کی طرف بلغم دیکھا،تو نبی علیہ السلام کو یہ ناگوار گزرا،اور آپ کے چہرے پراس کی ناگواری ظاہر ہوگئی، نبی علیہ السلام کھڑے ہوئے،اوراس کواپنے ہاتھ سے صاف کیا، پھر فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی نماز پڑھتا ہے،تو وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے،اوراس کا رب اس کے اورقبلہ کے درمیان ہوتا ہے،تو تم میں سے ہرگز کوئی اپنے قبلہ کی طرف نہ تھوکے،البتہ (ضرورت کے وقت) اپنے بائیں طرف یا اپنے پیروں کے نیچے تھوک لے، پھر نبی علیہ السلام نے اپنی چادر کا ایک کنارا پکڑا،اوراس میں تھوک کر کپڑے کو مسل دیا،اورفرمایا کہ یا اس طرح سے کرلے (جیسا کہ میں نے کرکے دکھایا) (ترجمہ ختم)

اپنی بائیں طرف یا پیروں کے نیچے تھوکنے کا حکم اس وقت ہے، جبکہ مسجد کے علاوہ کسی اورجگہ نماز پڑھ رہا ہو، لیکن اگر مسجد میں نماز پڑھ رہا ہو،تو پھر مسجد کے فرش کو تھوک سے ملوث کرنے کی اجازت نہیں، بلکہ کسی کپڑے وغیرہ میں تھوک لینا چاہئے،جیسا کہ آپ علیہ السلام نے اپنے عمل کے ذریعہ سے اس کی نشاندہی فرمائی (ملاحظہ ہو: مرقاۃ، کتاب الصلاۃ، باب المساجد ومواضع الصلاۃ)

اورحضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : أيحب أحدكم أن يستقبله رجل فيبزق فى وجهه ؟ إن أحدكم إذا قام إلى الصلاة فإنما يستقبل ربه ، والملك عن يمينه ، فلا يبزق بين يديه ، ولا عن يمينه (تعظيم قدرالصلاة لمحمد بن نصر المروزى ،حديث نمبر ۱۱۱)

ترجمہ: رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کی طرف کوئی آدمی منہ کرکے اس کے منہ پرتھوکے؟ (ظاہر ہے کہ اس کو پسند نہیں کرتا) بے شک تم میں سے جب کوئی نماز میں کھڑا ہوتا ہے،تو وہ اپنے رب کے سامنے ہوتا ہے،اورفرشتہ اس کے دائیں طرف ہوتا ہے،تو نہ اپنے سامنے تھوکے،اورنہ اپنے دائیں طرف تھوکے (ترجمہ ختم)

اورحضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قال رسول الله ﷺ : إذا كان أحدكم فى صلاة فلا يبزقن أمامه ، فإنه مستقبل ربه (تعظيم قدرالصلاة لمحمد بن نصر المروزى ،حديث نمبر ۱۱۰)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں کوئی نماز میں ہو، تو وہ اپنے سامنے نہ تھوکے، کیونکہ وہ اپنے رب کے سامنے ہوتا ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : إذا كان أحدكم يصلى فلا يبصق قبل وجهه ، فإن الله قبل وجهه إذا صلى (تعظيم قدر الصلاة لمحمد بن نصر المروزى ،حديث نمبر ۱۰۷ ،وحديث نمبر ۱۰۸)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھ رہا ہو، تو وہ اپنے چہرے کی طرف (یعنی سامنے) نہ تھوکے، کیونکہ نماز پڑھتے وقت اس کے چہرے کی طرف اللہ تعالیٰ ہوتے ہیں (ترجمہ ختم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قال رسول الله ﷺ : إن الله يحب العطاس ، ويكره التثاؤب ، فإذا تثاء ب أحدكم فلا يقل آه آه ، فإن الشيطان يضحك منه ويلعب به (مسند ابى يعلىٰ الموصلى، حديث نمبر ۶۴۹۱ ، واللفظ لهٗ،صحيح ابن خزيمة،حديث نمبر ۸۷۸وحديث نمبر ۸۷۹،ابوداؤد، كتاب الادب، باب ماجاء فى التثاؤب)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند فرماتے ہیں، اور جمائی کو ناپسند فرماتے ہیں، پس جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے، تو وہ ’’آہ، آہ‘‘ نہ کہے، کیونکہ شیطان اس سے ہنستا ہے، اور اس سے کھیلتا ہے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ جمائی ناپسندیدہ چیز ہے، اور جمائی کے وقت منہ کھول کر آہ کی آواز نکالنے سے شیطان خوش ہوتا اور کھیلتا ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التَّثَاؤُبُ فِي الصَّلَاةِ مِنْ الشَّيْطَانِ فَإِذَا تَثَاءَ بَ أَحَدُكُمْ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ (ترمذى، حديث نمبر ۳۳۸، ابواب الصلاة،باب ما جاء فى كراهية التثاؤب فى الصلاة، واللفظ لهٗ، صحيح ابنِ حبان، حديث نمبر ۲۳۵۹)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں جمائی شیطان کی طرف سے ہے، پس جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے، تو اسے چاہئے کہ وہ حسبِ استطاعت اسے روکے (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ جمائی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے، لہٰذا جب اس کے آنے کا تقاضا ہو، تو اسے کسی طرح سے روکنا چاہئے، مثلاً ہونٹوں کو بند کرلیا جائے۔

(ملاحظه هو: مرقاة، كتاب الصلاة، باب ما لا يجوز من العمل فى الصلاة)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- إِذَا تَثَاوَبَ أَحَدُكُمْ فِى الصَّلاَةِ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ (صحيح مسلم، حديث نمبر ۷۶۸۵، كتاب الزهد والرقائق، باب تشميت العاطس وكراهة التثاؤب، واللفظ لهٗ، مسند احمد، حديث نمبر ۱۱۲۶۲، صحيح ابن خزيمة، حديث نمبر ۸۷۷)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو نماز میں جمائی آئے، تو اسے حسبِ استطاعت روکنے کی کوشش کرے، کیونکہ شیطان (اس کے منہ میں) داخل ہوجاتا ہے (ترجمہ ختم)

اور مسند احمد کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

"إِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فِى الصَّلاَةِ، فَلْيَضَعْ يَدَهُ عَلَى فِيهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ مَعَ التَّثَاؤُبِ " (مسند احمد، حديث نمبر ۱۱۳۲۳)

ترجمہ: جب تم میں سے کسی کو نماز میں جمائی آئے، تو اسے چاہئے کہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لے، کیونکہ شیطان جمائی کے ساتھ (منہ میں) داخل ہوجاتا ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

إذا تثاوب أحدكم فى الصلاة فليضع يده على فيه فإنه من الشيطان (مصنف عبدالرزاق، حديث نمبر ۳۳۲۳، كتاب الصلاة، باب التثاؤب، واللفظ لهٗ، مصنف ابنِ ابى شيبة، حديث نمبر ۸۰٦٦)

ترجمہ: جب تم میں سے کسی کو نماز میں جمائی آئے، تو اسے چاہئے کہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لے، کیونکہ جمائی شیطان کی طرف سے ہے (ترجمہ ختم)

Idara Ghufran

اس سے معلوم ہوا کہ اگر جمائی نہ رک سکے، تو منہ پر ہاتھ رکھ لینا چاہئے، کیونکہ جمائی کے وقت منہ کھلا رہنے سے شیطان اندر داخل ہوجاتا ہے۔

جلیل القدر تابعی حضرت عبدالرحمٰن بن یزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

إن للشيطان قارورة فيها نفوخ فإذا قام القوم إلى الصلاة أشمهم ، فيتثاوبون ، فيؤمر من وجد ذلك أن يضم شفتيه ومنخريه (مصنف عبدالرزاق حديث نمبر ٣٣٢٠)

ترجمہ: شیطان کی ایک شیشی ہے، جس میں سونگھنے کی ہوائیں ہیں، پس جب لوگ نماز میں کھڑے ہوجاتے ہیں، تو شیطان ان کو وہ شیشی سونگھاتا ہے، جس سے ان کو جمائی آتی ہے، تو جمائی آنے والے کو حکم دیا گیا، کہ وہ اپنے ہونٹوں اور ناک کے نتھنوں کو ملا کر بند کرلے (ترجمہ ختم)

اور ایک دوسرے تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

إِذَا تَثَاءَ بَ فِي الصَّلاَةِ ضَمَّ شَفَتَيهِ ، وَمَسَحَ أَنْفَهُ (مصنف ابنِ ابی شیبة، حدیث نمبر ٨٠٧١، کتاب الصلاة، باب فی التثاؤب فی الصلاة)

ترجمہ: جب نماز میں جمائی آئے، تو اپنے دونوں ہونٹوں کو ملالے، اور اپنی ناک کو بند کرلے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ جمائی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے، اس کو حتی الامکان روکنا چاہئے، اور روکنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اپنے ہونٹوں کو بند کرلیا جائے، اور اگر اس کے باوجود وہ نہ رکے، تو جمائی کے وقت منہ پر ہاتھ رکھ لیا جائے، اور ہاتھ رکھے بغیر منہ کھول کر جمائی لینے سے شیطان منہ کے ذریعے سے اندر داخل ہوجاتا ہے۔

حضرت یزید بن اصم سے روایت ہے کہ:

مَا تَثَاءَ بَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِي صَلاَةٍ قَطُّ (مُصنف ابن أبی شیبة، حدیث نمبر ٨٠٦٥، باب فی التثاؤب فِی الصَّلاَةِ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کو نماز میں کبھی جمائی نہیں آئی (ترجمہ ختم)

اورحضرت مسلمہ بن عبدالملک سے مرسلاً روایت ہے کہ:

ما تثاوب نبی قط(التاریخ الکبیر،تحت رقم الترجمة ۳۰۵۵)

ترجمہ: کسی نبی کو کبھی جمائی نہیں آئی(ترجمہ ختم)

اورابنِ عساکر نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے:

الأنبیاء لا یتثاء بون ما تثاء ب نبی قط(تاریخ مدینة دمشق،تحت ترجمة مسلمة بن عبد الملک بن مروان بن الحکم بن أبی العاص بن أمیة)

ترجمہ: انبیائے کرام کو کبھی جمائی نہیں آتی،اللہ کے کسی نبی کو کبھی جمائی نہیں آئی(ترجمہ ختم)

جمائی چونکہ شیطان کی طرف سے ہے،جس سے انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام محفوظ ہوا کرتے ہیں،اور بہت سے حضرات نے جمائی کے نہ آنے کوانبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی خصوصیات میں شمار کیا ہے

(ملاحظه هو:فتح الباری -ابن حجر،باب إذا تثاوب)

اور بہت سے حضرات نے فرمایا کہ اگر جمائی آنے کے وقت میں یہ تصور کرلیا جائے کہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو کبھی جمائی نہیں آئی،تو اس تصور سے جمائی کا آنا بند ہوجاتا ہے۔

(ملاحظه هو: ردالمحتار، کتاب الصلاة، آداب الصلاة)

پھر نماز میں جمائی کے وقت منہ پر ہاتھ رکھنے میں بہتر یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کی پشت رکھی جائے،کیونکہ جمائی شیطان کی طرف سے ہے،جس کے لئے بایاں ہاتھ ہی مناسب ہے۔

البتہ نماز میں قیام کی حالت میں دایاں ہاتھ رکھنا بہتر ہے،کیونکہ قیام کی حالت میں بایاں ہاتھ نیچے اور دایاں ہاتھ اس کے اوپر ہوتا ہے،اور بایاں رکھنے کی صورت میں دائیں ہاتھ کو بھی حرکت دینی پڑتی ہے،اور نماز میں ضرورت پڑنے پر کم از کم حرکت مناسب ہے(ردالمحتار،کتاب الصلاۃ،آداب الصلاۃ)

Idara Ghufran

مقالات و مضامین حافظ محمد فرحان

دعا کی فضیلت اور اس کے آداب

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جا بجا دعا کا حکم دیا ہے۔اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی دعا کی بہت فضیلت واہمیت بیان کی گئی ہے، اور دعا نہ کرنے والے لوگوں کے بارے میں سخت وعیدیں آئی ہیں چنانچہ بعض مقامات پر ایسے لوگوں کو متکبرین اور مغضوب علیہ قرار دیا گیا ہے اس کے برخلاف وہ لوگ جو اللہ سے دعائیں مانگنے کا اہتمام کرتے ہیں اور بارگاہِ ایزدی میں اپنی عاجزی اور تذلل کا اظہار کرتے ہیں ان کے لئے انعامات وفضائل سے کتبِ حدیث بھری پڑی ہیں چنانچہ سورۂ الم سجدہ میں ہے:

تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ (سورۃالم سجدہ رکوع ۲ آیت ۱۶)

ان کے پہلو خوابگاہوں سے جدا ہوتے ہیں اس طور پر کہ وہ اپنے رب کو پکارتے ہیں ڈرتے ہوئے اور امید باندھے ہوئے اور ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرتے ہیں۔

اور ایک جگہ ارشاد ہے:

إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ

(سورۃ الانبیاء رکوع ۶ آیت نمبر ۹۰)

بے شک یہ حضرات تیزی سے آگے بڑھتے تھے نیک کاموں میں اور ہم کو پکارتے تھے رغبت کرتے ہوئے اور خوف کھاتے ہوئے اور ہمارے لئے عاجزی ظاہر کرنے والے تھے۔

اور سورۂ مومن میں ارشاد خداوندی ہے

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ (سورہ مؤمن رکوع ۶ آیت نمبر ۶۰)

اور فرمایا تمہارے رب نے مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا جو لوگ میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں (جس میں دعا بھی داخل ہے) وہ عنقریب ذلیل ہو کر دوزخ میں داخل ہوں گے۔

Idara Ghufran

اور حدیث شریف میں آتا ہے:

"الدُّعَاء ُسِلاحُ الْمُؤْمِنِ، وَعِمَادُ الدِّينِ، وَنُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ "

(مستدرک حاکم حدیث نمبر ١٧٦٦)

دعا مومن کا اسلحہ ہے اور دین کا ستون ہے اور آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

اور ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

إِنَّ الدُّعَاء َيَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ يَنْزِلْ فَعَلَيْكُمْ عِبَادَ اللَّهِ بِالدُّعَاءِ (ترمذی جلد دوم، ابواب الدعوات، باب فی دعاء النبی ﷺ)

دعا فائدہ مند ہوتی ہے ان حوادث میں بھی جو نازل ہو چکے اور ان میں بھی جو ابھی نازل نہیں ہوئے۔ پس اے اللہ کے بندو! دعا کا اہتمام کرو۔

اور حضرت انس رضی اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ:

عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدُّعَاء ُمُخُّ الْعِبَادَةِ (ترمذی باب ما جآء فی فضل الدعآء)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دعا عبادت کا مغز ہے۔

اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل دعا ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَمَ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى مِنْ الدُّعَاءِ (ترمذی جلد دوم باب ما جاء فی فصل الدعاء)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ کوئی عمل پسندیدہ نہیں۔

اور ایک حدیث میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً منقول ہے

ان جبرئیل موکل بحوائج بنی آدم فاذا دعا العبد الکافر قال اللہ تعالیٰ یا جبرئیل اقض حاجته فانی لا احب أن اسمع دعاءہٗ واذا دعا العبدالمومن قال یا جبرئیل احبس حاجته فانی احب أن أسمع دعاءہٗ (کنزالعمال ص ٨٦ ج ٢ مطبوعه بیروت)

حضرت جبرئیل علیہ السلام بندوں کی ضرورتوں پر مامور ہیں جب کافر بندہ دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے جبرئیل اس کی حاجت پوری کردو میں اس کی دعا نہیں سننا چاہتا اور جب کوئی مومن دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام سے فرماتے ہیں اس کی حاجت روکے رکھو میں اس کی پکار کو پسند کرتا ہوں۔

دُعا کے آداب

محدثین کرام نے کتاب وسنت کی روشنی میں دعا کے کچھ آداب بیان فرمائے ہیں اگر دعا میں ان آداب کی رعایت رکھی جائے تو دعا کی قبولیت کی توقع زیادہ ہوتی ہے چنانچہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں درج ذیل آداب بیان کیے ہیں:

(۱) دعا سے پہلے توبہ کرنا (۲) خوب طلب والحاح زاری سے دعا کرنا (۳) راحت وخوشحالی کے زمانے میں بھی دعا کرنا نہ کہ صرف پریشانی کے وقت (۴) خوب پختگی سے مانگنا (۵) تین، تین مرتبہ مانگنا (۶) جامع الفاظ میں دعا مانگنا تاوقتیکہ کوئی خاص حاجت نہ ہو (۷) ابتداء واختتام پر درود پڑھنا (۸) باوضو دعا کرنا (۹) دعا میں رخ قبلہ کی طرف کرنا (۱۰) عموماً نماز کے بعد دعا کرنا (۱۱) ہاتھوں کو کاندھے تک اٹھانا (۱۲) آواز کو پست رکھنا (۱۳) فراغت کے بعد چہرے پر ہاتھ پھیرنا (۱۴) قبولیت کا احساس ہوجائے تو الحمد للہ کہنا (۱۵) ہر روز دعا کرنا (شعب الایمان ج ۲ ص ۴۶ مطبوعہ بیروت)

دعا کی قبولیت کے اوقات

اسی طرح دعا کی قبولیت کے کچھ اوقات بھی احادیث سے معلوم ہوتے ہین جن میں دعا کرنا اجابت کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

چنانچہ امام بیہقی نے دس اوقاتِ قبولیت بیان فرمائے ہیں:

(۱) بدھ کے روز ظہر سے عصر کے درمیان کا وقت (۲) جمعہ کے دن زوال آفتاب سے غروب تک (۳) تہجد یعنی سحری کے وقت (۴) عرفہ کے دن (۵) اذان کے وقت (۶) روزہ افطاری کے وقت (۷) بارش کے دوران (۸) مسلمانوں کے اجتماع کے وقت (۹) فرائض کے بعد (۱۰) مجلس سے اٹھتے وقت (شعب الایمان للبیہقی ج ۲ ص ۴۶ بیروتی)

دعا کی قبولیت کا مطلب

دعا کی قبولیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان جو بھی مانگے اس کو دے دیا جائے بلکہ دعا کی قبولیت کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں کبھی بعینہٖ وہی چیز دے دی جاتی ہے اور کبھی اس دعا کے بدلے کسی آنے والی مصیبت کو دور کر دیا جاتا ہے اور کبھی یہ ہوتا ہے کہ اس دعا کو آخرت میں ذخیرہ کر دیا جاتا ہے۔

چنانچہ حدیث میں ہے

عَنْ أَبِی سَعِیدٍ، أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَدْعُو بِدَعْوَةٍ لَیْسَ فِیهَا إِثْمٌ ، وَلَا قَطِیعَةُ رَحِمٍ ، إِلَّا أَعْطَاهُ اللهُ بِهَا إِحْدَى ثَلَاثٍ :إِمَّا أَنْ تُعَجَّلَ لَهُ دَعْوَتُهُ، وَإِمَّا أَنْ یَدَّخِرَهَا لَهُ فِی الْآخِرَةِ، وَإِمَّا أَنْ یَصْرِفَ عَنْهُ مِنَ السُّوءِ مِثْلَهَا "قَالُوا :إِذًا نُكْثِرُ، قَالَ " :اللهُ أَكْثَرُ "(مسند احمد حدیث نمبر ۱۱۱۳۳)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو بھی مسلمان اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے جس میں گناہ اور قطع رحمی کا سوال نہ ہوتو اللہ تعالیٰ اس کو تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور عطا فرماتے ہیں یا تو اس کی دعا بعینہٖ قبول فرما لیتے ہیں یا اس کے لئے اجر کو آخرت میں ذخیر کر دیتے ہیں، یا اس کے برابر کوئی مصیبت دور فرما دیتے ہیں، یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا پھر تو ہم خوب دعائیں کریں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اس سے بھی زائد دینے والا ہے (جو تم مانگو گے)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو خوب دعاؤں کا اہتمام کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

مقالات ومضامین

مفتی محمد امجد حسین

اِس دور کے چارہ گر کہاں ہیں؟ (قسط ۴)

احوالِ وطن کا سرسری جائزہ

مملکتِ خداداد پاکستان ایک نظریاتی ریاست اور اسٹیٹ ہے، جس کی اساس و بنیاد ایک نظریہ، ایک عقیدہ، ایک مخصوص تصورِ زندگی پر قائم ہے، برصغیر کے مسلمانوں نے دوقومی نظریہ کے تحت برصغیر کی آزادی اور آزاد ہندوستان میں الگ اسلامی ریاست کے قیام کے لئے سالہاسال جدوجہد کی اور تقسیم کے موقعہ پر دسیوں لاکھ مسلمانوں نے جانوں کے نذرانے پیش کئے، جفا کی تیغ سے وفا شعاروں کی گردنیں کٹیں، خون کی ندیاں بہیں، لکھوکھا مسلمانوں نے گھر بار، وطن، اہل وعیال، مال ومتاع، زمین وجائیداد، تجارت وکاروبار، سب چیزوں کی قربانی دے کر ہجرت کے مصائب جھیلے، مہاجرین کے لٹے پٹے خانماں برباد قافلے دربدر خاک بسر پھرے، لاکھوں مسلمانوں نے یہ سب قربانیاں اور جانفشانیاں ایک اسلامی ریاست میں اسلامی دستور کے مطابق قومی، اجتماعی اور ریاستی زندگی کی تشکیل کرنے کے خواب اپنی آنکھوں میں سجا کر پیش کیں، پروانہ وار جانوں کے نذرانے پیش کرنا یہ مسلمانوں کی امتیازی شان ہے، جو اس زندگی کے بعد ایک دوسری زندگی پر یقین رکھتے ہیں، اور اس دوسری زندگی میں نجات وکامیابی کا شوق اور یقین انہیں جان تک سے گزرنے پر آمادہ کرتا ہے، شہادت کا ذوق وشوق ان کے رگ وریشے میں بھر دیتا ہے، غرضیکہ دین ومذہب ہی بے لوث قربانیاں دینے کی سپرٹ مسلمانوں میں بھرتا ہے، یہی دینی سپرٹ اور مذہبی جذبہ تقسیمِ ہند کے سلسلہ میں کام آیا، اور مسلمان ایک الگ اسلامی ونظریاتی اسٹیٹ کے حصول میں کامیاب ہوئے، اس وقت کوئی سیکولر نظریہ، کوئی جدت پسندی وروشن خیالی کا نعرہ نہیں تھا، جس کی بنیاد پر مسلمانوں نے یہ قربانیاں دی ہوں، ایک کلمہ لا الہ الا اللہ کی بنیاد پر مسلم لیڈروں اور قائدین نے الگ وطن کا مطالبہ کیا، اور اسی کلمہ کی بنیاد پر مسلمان قوم سے آزادی کی جدوجہد کرنے اور الگ وطن کے حصول کے لئے اٹھ کر کھڑے ہونے کا تقاضا کیا، اور قوم نے اسلام کے نام پر اور کلمہ کی بنیاد پر ہی یہ ساری جانگسل محنت اور جدوجہد کی۔

Idara Ghufran

آج ڈوب مرنے کا مقام ہے، ان بہت سے نام نہاد سیاسی لیڈروں، مغربیت زدہ دانش فروش دانش وروں، میڈیا کے سکالروں اور اینکروں کے لئے، جو آئے دن یہ راگ الاپتے رہتے ہیں کہ پاکستان اسلامی نہیں بلکہ سیکولر ریاست ہے، اور پارٹیشن کے وقت مسلم لیگی قیادت اور بانی پاکستان نے سیکولر تصورِ زندگی کی بنیاد پر اس ملک کی بنیاد رکھی تھی۔ ع

چہ دلاور دزدے کہ بر کف چراغ نہادہ

اس قسم کی باتیں کرنے والے اور میڈیا پر آ کر دانش بگھارنے والے چھچھورے روشن خیال اور مادر پدر آزاد جدت پسند جہاں ایک طرف ملک کی نظریاتی بنیادوں سے بغاوت کرتے ہیں، دوسری طرف یہ ان لاکھوں شہداء کے خون کی توہین کرتے ہیں، اور ان کی قربانیوں کا تمسخر اڑاتے ہیں، جن کا خون اور جن کی جانیں اس ملک کی بنیادوں میں اینٹ گارے کی جگہ استعمال ہوئی ہیں، اور تیسری طرف یہ لوگ بانیٔ پاکستان اور اس وقت کی مسلم لیگی قیادت پر اتہام و بہتان باندھتے ہیں، کیونکہ ان بکاؤ مال اور غیروں کی بولی بولنے والے نام نہاد دانش وروں کی باتوں اور دعوؤں، تجزیوں اور تبصروں کو ایک لمحہ کے لئے بھی اگر صحیح تسلیم کر لیا جائے، تو اس سے تحریکِ آزادی کی قیادت کرنے والی لیڈر شپ کی طرف غلط بیانی اور دھوکہ دہی کی نسبت لازم آئے گی کہ انہوں نے قوم کے سامنے کوئی اور نعرہ لگایا تھا، اور پس پردہ ان کا مقصد کچھ اور تھا۔

اور پھر اخلاقاً ان کا فرض ہے کہ یہ اپنے اس دعوے کو تاریخی حوالے سے ثابت کریں، بغیر کسی ثبوت اور دلیل کے ایسی گپیں ہانکنا کیا معنیٰ رکھتا ہے؟ ملک وملت کے خائن ان مارِ آستین کرداروں (جنہوں نے چہروں پر سیکولر ولبرل ازم اور روشن خیالی کے جھوٹے ماسک سجا رکھے ہیں) کا یہ طرزِ عمل ان کی جس قسم کی ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے، اس کو سمجھنے کے لئے کسی گہری فلاسفی کی ضرورت نہیں۔

بانیٔ پاکستان اور دوسرے لیگی قائدین کے تقسیم سے پہلے کے تحریری وتقریری اور تقسیم کے بعد کے نشری بیانات وخطبات تاریخی طور پر محفوظ اور ریکارڈ پر ہیں، اور وہ لوگ بھی ابھی کافی تعداد میں موجود ہیں، جنہوں نے پاکستان کے نام سے ایک خود مختار اسلامی ریاست کے حصول کے لئے قربانیاں دیں، ہجرت اور اکھاڑ بچھاڑ کے مصائب جھیلے، تحریکِ آزادی کے قائدین کو دیکھا سنا، ان کے عزائم اور دعوؤں کے یہ لوگ گواہ ہیں، کہ آزاد وطن کے حصول کا مقصد ونصب العین دو اور دو چار کی طرح واضح تھا، جس کا قیادت

سے لے کر ایک عام کارکن تک ہر ایک ڈنکے کی چوٹ پر بایں الفاظ اعلان کرتا تھا:

پاکستان کا مطلب کیا　لا الٰہ الا اللہ

اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے ہی ایک الگ مستقل اسلامی ریاست کا قیام اقبال کا خواب اور بانیٔ پاکستان وشہیدِ ملت لیاقت علی خان کا مشن ومقصد تھا، اوراس واضح نصب العین اور مقدس مشن ومقصد کی وجہ سے ہی علمائے ربانیین ،حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا سید سلیمان ندوی، مفتیٔ اعظم مفتی محمد شفیع رحمہم اللہ اور دیگر بے شمار کبار وصغار علمائے امت واہلِ دین نے اس تحریکِ استقلال واستخلاصِ وطن میں دامے درمے سخنے قدمے ہر طرح سے حصہ لیا اور تعاون کیا۔

یہی وجہ ہے کہ قیامِ پاکستان کے بعد یہ سب حضرات علماء بلاتاخیر اسلامی دستور مرتب کرنے اور قانون ساز اداروں کو اسلامی نظام کے عملی نفاذ کے لئے دستوری سفارشات فراہم کرنے کے کام میں جُت گئے اور قراردادِ مقاصد جو 1973ء کے رائج الوقت آئین کا حصہ ہے، یہ قیامِ پاکستان کے بعد انہی اکابر علماء کی سعی وکوشش سے ملک کے مشرقی ومغربی دونوں حصوں کے تمام مکاتبِ فکر کے علماء کی متفقہ منظوری سے طے ہوا، اور ایوان میں پیش ہوکر آئین کا دیباچہ بنا۔　(جاری ہے......)

جنوں کی کونسی منزل پہ ٹھہرا کارواں یارو!

(محمد امجد حسین)

مچلتے ہیں گو سجدے بھی بہت ان کے جبینوں میں	چھپا رکھتے صنم بھی ہیں مگر وہ آستینوں میں
کہیں برق وشرر سے ربط میں کچھ باغباں نہ ہوں	چمن ہے شعلہ زن ، ماتم بپا گلشن نشینوں میں
جنوں کی کونسی منزل پہ ٹھہرا کارواں یارو!	برف کی ہے طلب تشنہ لبوں کو آتشینوں میں
یہ دردِ دل کی دولت بھی، کیا پاکیزہ دولت ہے	عرش سے آ کر بٹتی ہے دلوں کے آبگینوں میں
محبت حسنِ فانی سے ،پشیمانی ہمیشہ کی	محبت اُس خدا سے جس کے جلوے سب حسینوں میں
تلاطم خیز موجیں بھی کسی کے دم سے ہوں پایاب	کسی کا ڈوبنا مقدور ہو ، بیٹھے سفینوں میں
بڑا انمول تھا امجدؔ کبھی آزادی کا گوہر	ہوا بے مول داخل ہو کے طاغوتی خزینوں میں

’’میرے وطن کی سیاست کا حال نہ پوچھ
طوائف گھری ہوئی ہے تماش بینوں میں‘‘

فجر اور شفق کے درجہ کی تحقیق (قسط۴)

(۷)......ابوریحان البیرونی کا حوالہ

ابوریحان البیرونی (المتوفی ۴۴۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلْفَجْرُ وَهُوَ ثَلاثَةُ اَنْوَاعٍ :اَوَّلُهَا مُسْتَدِقٌّ مُسْتَطِيْلٌ مُنْتَصِبٌ يُعْرَفُ بِالصُّبْحِ الْكَاذِبِ وَ يُلَقَّبُ بِذَنَبِ السَّرْحَانِ وَ لَا يَتَعَلَّقُ بِهٖ شَيْئٌ مِّنَ الْاَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ وَ لَا مِنَ الْعَادَاتِ الرَّسْمِيَّةِ.وَالنَّوْعُ الثَّانِيُّ مُنْبَسِطٌ فِيْ عَرْضِ الْاُفُقِ مُسْتَدِيْرٌ كَنِصْفِ دَائِرَةٍ يَضِيْئُ بِهِ الْعَالَمُ فَيَنْتَشِرُ لَهُ الْحَيْوَانَاتُ وَالنَّاسُ لِلْعَادَاتِ وَتَنْعَقِدُ بِهٖ شُرُوْطُ الْعِبَادَاتِ.وَالنُّوْعُ الثَّالِثُ حُمْرَةٌ تَتْبَعُهَا وَ تَسْبِقُ الشَّمْسَ وَ هُوَ كَالْاَوَّلِ فِيْ بَابِ الشَّرْعِ وَ عَلٰى مِثْلِهٖ حَالُ الشَّفَقِ فَاِنَّ سَبَبَهُمَا وَاحِدٌ وَكَوْنَهُمَا وَاحِدٌ . وَ هُوَ اَيْضًا ثَلاثَةُ اَنْوَاعٍ مُخَالَفَةَ التَّرْتِيْبِ لِمَا ذَكَرْنَا ، وَ ذٰلِكَ اَنَّ الْحُمْرَةَ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ اَوَّلُ اَنْوَاعِهٖ ، وَ الْبَيَاضَ الْمُنْتَشِرَ ثَانِيْهَا ، وَ اِخْتِلافُ الْاَئِمَّةِ فِيْ اِسْمِ الشَّفَقِ عَلٰى اَيِّهِمَايَقَعُ اَوْجَبَ اَنْ يُّتَنَبَّهَ لَهُمَا مَعًا . وَالثَّالِثُ اَلْمُسْتَطِيْلُ الْمُنْتَصِبُ الْمُوَازِيُّ لِلذَّنَبِ السَّرْحَانِ ، وَ اِنَّمَا لَا يَتَنَبَّهُ النَّاسُ لَهٗ لِاَنَّ وَقْتَهٗ عِنْدَ اِخْتِتَامِ الْاَعْمَالِ وَ اِشْتِغَالِهِمْ بِالْاِكْتِنَانِ، وَاَمَّا وَقْتُ الصُّبْحِ فَالْعَادَةُ فِيْهِ جَارِيَةٌ بِاِسْتِكْمَالِ الرَّاحَةِ وَ التَّهَيُّئِ لِلتَّصَرُّفِ فَهُمْ فِيْهِ مُنْتَظِرُوْنَ طَلِيْعَةَ النَّهَارِ لِيَأْخُذُوْا فِى الْاِنْتِشَارِ فَلِذَالِكَ ظَهَرَ لَهُمْ هٰذَا وَ خَفِيَ ذَالِكَ ، وَ بِحَسْبِ الْحَاجَةِ اِلَى الْفَجْرِ وَ الشَّفَقِ رَصَدَ اَصْحَابُ هٰذِهِ الصَّنَاعَةِ اَمْرَهٗ فَحَصَلُوْا مِنْ قَوَانِيْنِ وَقْتِهٖ اَنَّ اِنْحِطَاطَ الشَّمْسِ تَحْتَ الْاُفُقِ مَتٰى كَانَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ جُزْءً اكَانَ ذَالِكَ الْوَقْتُ طُلُوْعَ الْفَجْرِ فِى الْمَشْرِقِ وَ وَقْتَ مُغِيْبِ الشَّفَقِ فِى الْمَغْرِبِ وَ لَمَّا لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مُعِيَّنًا بَلْ بِا لاَوَّلِ مُخْتَلِطًا

Idara Ghufran

اُخْتُلِفَ فِیْ هٰذَا الْقَانُوْنِ فَرَاٰهُ بَعْضُهُمْ سَبْعَ عَشَرَ جُزْءًا (القانون المسعودی جلد دوم،اول المقالة الثامنة ،الباب الثالث عشر :فی اوقات طلوع الفجر ومغیب الشمس ص۳۳۷وص ۳۳۸،مطبوعة:دارالکتب العلمیة،بیروت لبنان)

ترجمہ: فجر جس کی تین انواع ہیں: [۱]

پہلی نوع وہ ہے جو باریک، لمبی اور کھڑی ہوتی ہے، جو صبح کاذب کے نام سے معروف ہے، اور اس کو ذنب السرحان (یعنی بھیڑیے کی دُم) کا لقب بھی دیا جاتا ہے، اور اس کے ساتھ شرعی احکام اور رسمی عادات میں سے کسی چیز کا تعلق نہیں ہے۔

اور دوسری نوع وہ ہے جو اُفق کی چوڑائی میں نصف گول دائرے کی شکل میں پھیلی ہوئی ہوتی ہے، جس سے عالَم روشن ہوجاتا ہے، پھر اُس روشنی سے حیوانات اور انسان اپنی عادت کے مطابق اُٹھ جاتے ہیں، اور عبادات کی شرائط (مثلاً فجر کی نماز کا صحیح اور روزے کا شروع ہونا) اسی کے ساتھ وابستہ ہیں۔

اور تیسری نوع وہ ہے جو سُرخ رنگ کی ہوتی ہے، اور یہ دوسری نوع کے بعد اور سورج طلوع ہونے سے پہلے آتی ہے، اور یہ بھی شریعت کے باب میں پہلی نوع کی طرح ہے (کہ اس سے بھی شرعی احکام کا تعلق نہیں) اور اسی طرح (سورج غروب ہونے کے بعد) شفق کا بھی معاملہ ہے، اس لیے کہ دونوں (یعنی طلوع سے پہلے اور غروب کے بعد کی روشنی) کا سبب اور تکوّن ایک ہے، جس کی ترتیب فجر کی مذکورہ تفصیل سے اُلٹی ہے، اور وہ اس طرح کہ سورج غروب ہونے کے بعد سُرخی پہلی نوع ہے، اور منتشر سفیدی دوسری نوع ہے، اور

---

[۱] یہ تقسیم صرف احادیث کو سامنے رکھ کر مسلمان اصحابِ فلکیین نے کی ہے ورنہ طلوع سے قبل کی بیاضِ مستطیل کیونکہ کسی بھی جہت سے امرِ خارج میں صبح نہیں، اس لئے اس پر مطلق صبح کا اطلاق نہیں آتا جہاں تک شریعت کی طرف سے طلوع سے قبل کی بیاضِ مستطیل کو صبح کہنے کا تعلق ہے، تو شریعت نے بھی کاذب کے لقب سے ملقب کرکے اور کاذب سے مقید کرکے اس کے صبح ہونے کی تکذیب کی ہے، اور اسی نام سے البیرونی نے بھی اس کو معروف قرار دیا ہے، جس سے ظاہر ہے کہ یہ درحقیقت صبح ہے ہی نہیں اور شریعت نے اس کو صبح سمجھنے و قرار دینے سے بھی منع کردیا ہے، اور اسی کاذب کی حیثیت سے وہ فجر کی قسم ہے (تفصیل کے لئے ہماری کتاب ''کشف الغطاء عن وقتِ الفجر والعشاء'' ملاحظہ فرمائیں)

اور غروب کے بعد کی بیاضِ مستطیل کا بھی یہی حال ہے کہ شریعت نے اس کو شفق قرار نہیں دیا، بلکہ احادیث میں مطلق شفق کے نام سے وارد الفاظ سے بھی فقہاء نے مستطیل شفق نہیں سمجھا، اور اسی لئے انہوں نے اپنے اجتہاد کا دائرہ احمر وابیض تک محدود رکھا، لیکن طلوع سے قبل کی انواع کے مقابلہ اور اس سے پہلے کی شفقین کی مناسبت کی وجہ سے اس کو بعض فلکیین نے شفق کہہ دیا ہے۔

ائمہ کے اس اختلاف نے کہ شفق کا نام ان دونوں میں سے کس پر واقع ہوگا؟ ضروری ہوا کہ ایک ساتھ دونوں سے آگاہ ہوا جائے، اور تیسری نوع لمبی اور کھڑی ہوتی ہے، جو ذنبِ سرحان (یعنی بھیڑیے کی دُم) کے مثل ہوتی ہے، اور لوگ (شفق کی اس تیسری) نوع سے اس لیے آگاہ نہیں ہوتے، کہ اس کا وقت لوگوں کے معمولات ختم ہونے اور سَر چھپانے (یعنی نیند) کا وقت ہوتا ہے، اور چونکہ صبح کے وقت لوگ اپنی عادت کے مطابق رات کو آرام کر کے نہار (شرعی) کے طلوع ہونے کا انتظار کرتے ہیں، تاکہ وہ اپنے اپنے معمولات کی طرف نکلیں، پس اس وجہ سے لوگوں پر یہ (صبح کاذب کی روشنی) ظاہر ہوگئی، اور وہ (شفقِ ابیض کے بعد کی بیاضِ مستطیل) مخفی رہ گئی۔ [۱]

اور فجر اور شفق کی ضرورت (دینی ضرورت مثلاً روزے اور فجر وعشاء کی نماز کے اوقات اور دنیوی ضرورت مثلاً استراحت کے آغاز واختتام اور معاش اور کام کاج کے لئے نکلنے) کی وجہ سے اس فن کے لوگوں نے اس معاملے کی جستجو کی اور اس وقت کے قوانین سے یہ بات حاصل کی کہ:

جب سورج اُفق سے اٹھارہ درجے نیچے ہوتا ہے، تو یہ وقت مشرق میں فجر کے طلوع ہونے اور مغرب میں شفق کے غائب ہونے کا ہوتا ہے، اور جبکہ یہ معین چیز نہیں تھی، بلکہ اول (یعنی مستطیل) کے ساتھ مختلط تھی، تو اس قانون میں اختلاف ہوگیا، پس بعضوں نے اس کو سترہ درجے پر خیال کیا (ترجمہ مکمل)

ابوریحان البیرونی مسلمان اہلِ فلکیات میں معتبر ومستند شخصیت شمار کیئے گئے ہیں (ملاحظہ ہو: ہدیۃ العارفین ج ۱ ص ۴۷۸)

البیرونی نے ''اَوقَاتُ طُلُوعِ الفَجرِ وَمُغِیبِ الشَّمسِ'' کا باب قائم کر کے جو اٹھارہ درجہ پر مشرق

---

[۱] غور کرنے سے معلوم ہوا کہ البیرونی کی اس عبارت میں ظاہر ہونے والی چیز سے صبح صادق سے قبل کاذب مستطیل اور مخفی رہنے والی چیز سے شفقِ ابیض کے بعد بیاضِ مستطیل مراد ہے، کیونکہ جب صبح کو لوگ طلوعِ نہارِ شرعی کا انتظار کرتے ہیں، تاکہ وہ اپنے دینی ودنیاوی معاملات پورے کریں، تو انہوں نے اس انتظار کی وجہ سے کاذب کا مشاہدہ کرلیا، اس لئے وہ ظاہر ہوگئی، اور شفقِ ابیض کے بعد کی بیاضِ مستطیل کے وقت کسی ضرورت کے نہ ہونے اور معمولات ختم ہونے اور سر چھپانے کی وجہ سے (جیسا کہ البیرونی خود ہی پیچھے فرما چکے ہیں) وہ مخفی رہ گئی۔

اور یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ، یہ صرف لوگوں پر ظاہر اور مخفی ہونے کا معاملہ ہے، نہ کہ درجات کی تعیین کا، کیونکہ اس سے لوگوں کی کوئی دینی ودنیوی ضرورت وابستہ نہیں، لہٰذا اس کے درجات کی تعیین کی بھی ضرورت نہیں، برخلاف فجر کے۔

Idara Ghufran

میں طلوعِ فجر اور مغرب میں غیوبِ شفق کا حکم بیان کیا ہے، وہ طلوع سے قبل صبح صادق اور غروب کے بعد شفقِ ابیض کے غروب کا وقت ہے، نہ کہ کاذب اور بیاضِ مستطیل کے ظہور وغیوب کا

کیونکہ اولاً تو اس موقع پر البیرونی کا مقصود نہارِ شرعی کے آغاز واختتام اور روزے اور نماز وغیرہ کے اوقات کو بیان کرنا ہے۔ اور کاذب کے ظہور اور شفقِ ابیض کے بعد بیاضِ مستطیل کے غیوب پر نہ تو دن کی ابتداء ہوتی ہے، اور نہ ہی رات کی انتہاء ہوتی، اور نہ ہی نماز روزے کا کوئی وقت شروع ہوتا۔

پھر ان اہم شرعی وفنی ضروریات پر مبنی چیز کو چھوڑ کر ایسی چیز کے ابتداء کے درجہ کو بیان کرنے کے کیا معنیٰ ؟ کہ جس پر شریعت وفن کی کسی ضرورت کا مدار ہی نہیں۔

اور دوسرے البیرونی نے فجر کی تین انواع بیان کرتے ہوئے پہلی (یعنی کاذب ملقب بذنب السرحان) کے بارے میں فرمایا کہ:

وَ لَا یَتَعَلَّقُ بِهٖ شَیْئٌ مِّنَ الْاَحْکَامِ الشَّرْعِیَّةِ وَ لَا مِنَ الْعَادَاتِ الرَّسْمِیَّةِ

جس سے معلوم ہوا کہ اس سے نہ حکمِ شرعی متعلق ہے، اور نہ لوگوں کی عادات وضروریات۔

اور پھر فجرِ ثانی کے بارے میں (جس سے صبح صادق مراد ہے) یہ فرمایا:

فَیَنْتَشِرُ لَهُ الْحَیَوَانَاتُ وَالنَّاسُ لِلْعَادَاتِ وَتَنْعَقِدُ بِهٖ شُرُوْطُ الْعِبَادَاتِ.

جس سے معلوم ہوا کہ لوگوں کی دینی ودنیوی عادات وحاجات اسی فجر سے متعلق ہیں، اور حیوانات اسی پر اٹھتے ہیں۔

پھر البیرونی نے یہ فرمایا کہ:

"وَاَمَّا وَقْتُ الصُّبْحِ فَالْعَادَةُ فِیْهِ جَارِیَةٌ بِاِسْتِکْمَالِ الرَّاحَةِ وَ التَّهَیُّئُ لِلتَّصَرُّفِ فَهُمْ فِیْهِ مُنْتَظِرُوْنَ طَلِیْعَةَ النَّهَارِ لِیَأْخُذُوْا فِی الْاِنْتِشَارِ"

جس سے صاف ظاہر ہے کہ پیچھے جو صبح صادق کے بارے میں لوگوں کی عادات اور حیوانات کے انتشار کا ذکر فرمایا، یہاں اسی صبح کو "فَالْعَادَةُ" اور "اَلْاِنْتِشَارُ" کے الفاظ سے بیان فرمارہے ہیں

پھر البیرونی نے مکرر فرمایا کہ:

وَ بِحَسْبِ الْحَاجَةِ اِلَی الْفَجْرِ وَ الشَّفَقِ

اس حاجت سے ظاہر ہے کہ وہی عبادت وحاجت اور انتشارِ حیوانات مراد ہے۔

اوراس کے بعد فرمایا کہ:

’’مَتٰی کَانَ ثَمَانِیَۃَ عَشَرَ جُزْءً اکَانَ ذَالِکَ الْوَقْتُ طُلُوْعَ الْفَجْرِ فِی الْمَشْرِقِ وَ وَقْتَ مُغِیْبِ الشَّفَقِ فِی الْمَغْرِبِ‘‘

اس عبارت میں ’’طلوع الفجر فی المشرق‘‘ اور ’’مغیب الشفق فی المغرب‘‘ کے صاف الفاظ ہیں۔

اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ البیرونی فجر اور شفق کے لئے جو18 درجات بیان فرمارہے ہیں، وہ فجرِ ثانی اور شفقِ ثانی ہی کے ہیں، کیونکہ انہی دونوں کے لوگ دینی ودنیوی اعتبار سے محتاج ہیں، بخلاف فجرِ اول وشفقِ آخر کے، کہ ان کے ساتھ کوئی دینی ودنیوی حاجت وابستہ نہیں۔

جیسا کہ البیرونی نے فجر کی پہلی نوع کے بارے میں فرمایا:

’’وَلَایَتَعَلَّقُ بِہٖ شَیْئٌ مِّنَ الْاَحْکَامِ الشَّرْعِیَّۃِ وَلَامِنَ الْعَادَاتِ الرَّسْمِیَّۃِ‘‘

اور شفق کی تیسری نوع کے بارے میں فرمایا:

’’لِأَنَّ وَقْتَہٗ عِنْدَ اِخْتِتَامِ الْاَعْمَالِ وَ اِشْتِغَالِھِمْ بِالْاِکْتِنَانِ‘‘

اور آخر میں جو البیرونی نے اس کو بعض کے سترہ درجہ پر خیال کرنے کی یہ حکمت بیان فرمائی کہ:

’’بَلْ بِالْاَوَّلِ مُخْتَلِطًا‘‘

اس سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ اس سے پہلے جو اٹھارہ درجہ پر ہونے کا قانون بیان کیا ہے، وہ بیاضِ معترض کے بارے میں ہے نہ کہ بیاضِ مستطیل کے بارے میں۔

کیونکہ بیاضِ مستطیل مراد لینے کی صورت میں اس سے پہلے مختلط ہونے والی کوئی نوع نہیں رہتی، اور اٹھارہ درجہ پر بیاضِ مستطیل کے ظہور وغیوب کو مراد لینا نہ تو فلکی قواعد کی رو سے درست بنتا اور نہ ہی فقہی وشرعی اعتبار سے۔

علاوہ ازیں متعدد اہلِ علم حضرات کی ایسی صریح عبارات پیچھے گزر چکی ہیں، جن میں انہوں نے کاذب کا وقت متعین نہ ہونا اور کاذب کا سبعِ لیل وغیرہ میں ظاہر ہونا اور ۱۹ درجے پر صبح صادق کا طلوع اور ۷ ادرجے پر شفقِ احمر کا غروب ہونا قرار دیا ہے۔

لہٰذا ۱۸ درجے پر صبح کاذب کا طلوع اور بیاضِ مستطیل کا غروب اور ۱۵ درجے پر صبح صادق کا طلوع اور شفقِ ابیض کا غروب قرار دینا، اور شفقِ احمر کا غروب ۱۵ درجے سے بھی قبل (یعنی ۱۲ درجہ پر) قرار دینا کسی طرح درست نہیں بنتا۔

(جاری ہے............)

Idara Ghufran

بسلسلہ :تاریخی معلومات مولوی طارق محمود

ماہِ ربیع الاول: چوتھی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ ربیع الاول ۳۵۱ھ: میں حضرت ابومحمد میمون بن اسحاق بن حسن بن علی بن سلیمان بن منصور بن عیسیٰ صواف رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(تاریخِ بغداد ج۱۳ ص ۲۱۱)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۵۳ھ: میں حضرت ابوعیسیٰ بکار بن احمد بن بنان بن بکار بن زیاد بن درستویہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخ بغداد ج۷ ص ۱۳۴)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۵۵ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن احمد بن علی بن حسن بن عیسیٰ انصاری خزرجی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۳۲۳)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۵۸ھ: میں حضرت ابومحمد حسن بن محمد بن یحییٰ بن حسن بن جعفر بن عبداللہ بن حسین علوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(تاریخِ بغداد ج۷ ص ۴۲۱)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۶۰ھ: میں حضرت ابوالحارث محمد بن صالح بن علی بن یحییٰ بن عبداللہ بن محمد بن عبیداللہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخِ بغداد ج۵ ص ۳۶۲)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۶۱ھ: میں حضرت ابوعلی حسن بن خضر بن عبداللہ اسیوطی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص ۷۵)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۶۱ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن حمید بن سہیل بن اسماعیل بن شداد مخرمی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(تاریخِ بغداد ج۲ ص ۲۶۵)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۶۲ھ: میں حضرت ابوعمرو عبدالملک بن حسن بن یوسف بن فضل معدل رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(تاریخِ بغداد ج۱۰ ص ۴۳۰)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۶۳ھ: میں حضرت ابوبکر تمام بن محمد بن ہارون بن عیسیٰ بن مطلب بن ابراہیم بن عبدالعزیز ہاشمی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی(تاریخِ بغداد ج۷ ص ۱۴۱)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۶۵ھ: میں حضرت ابوبکر احمد بن جعفر بن محمد بن سلم بن راشد ختلی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(تاریخِ بغداد ج۴ ص ۷۱)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۶۷ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن عمر بن عبدالعزیز اندلسی قرطبی نحوی رحمہ اللہ کی

Idara Ghufran

وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص ۲۲۰)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۷۰ھ: میں حضرت ابوالطیب عبیداللہ بن علی بن جعفر دقاق رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۱۰ ص ۳۵۹)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۷۲ھ: میں حضرت ابوالحسین احمد بن محمد بن احمد بن حسن بن اسحاق بزاز رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی (تاریخِ بغداد ج۴ ص ۳۸۰)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۷۴ھ: میں حضرت ابوعلی محمد بن حسین بن محمد بن حسین بن علی بن بکر رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی (تاریخِ بغداد ج۲ ص ۲۵۶)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۷۵ھ: میں حضرت ابوجعفر محمد بن احمد بن محمد بن عمر بن حسن بن عبید بن عمرو بن خالد بن رفیل سلمی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۲۱۴)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۷۶ھ: میں حضرت ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوزان بن عبدالملک بن طلحہ بن محمد قشیری رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی (تاریخِ بغداد ج۱۱ ص۸۳، سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۲۳۰)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۷۷ھ: میں حضرت ابوعلی حسن بن احمد بن عبدالغفار فارسی فسوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص ۳۸۰)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۷۸ھ: میں حضرت ابوالقاسم سلیمان بن محمد بن احمد بن ابوایوب محمد بن اسماعیل بن سلیمان رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۹ ص ۶۳)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۷۸ھ: میں حضرت خراسان کے محدث ابواحمد محمد بن محمد بن احمد اسحاق نیشاپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص ۷۶، طبقات الحفاظ ج۱ ص۸۷، تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص۹۷۷)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۷۹ھ: میں حضرت ابوالحسین محمد بن نضر بن محمد بن سعید بن رزین بن عبیداللہ بن عثمان بن مغیرۃ نخاس موصلی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۳ ص ۳۲۶)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۸۰ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن ابراہیم بن حمدان بن ابراہیم بن یونس نیطرا رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۱ ص ۴۱۵)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۸۱ھ: میں حضرت ابوالفضل عبیداللہ بن عبدالرحمٰن بن محمد بن عبیداللہ بن سعد بن ابراہیم رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص ۳۹۳، تاریخِ بغداد ج۱۰ ص ۳۶۸)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۸۳ھ: میں حضرت ابوعبداللہ طاہر بن محمد بن عبداللہ بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(تاریخ بغداد ج۹ ص۳۵۸)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۸۵ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن حسین بن بندار بن عبداللہ بن خیراذنی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص۴۶۵)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۸۶ھ: میں حضرت ابوحامد احمد بن عبداللہ بن نعیم بن خلیل نعیمی سرخسی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص۴۸۸)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۸۷ھ: میں حضرت ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن ابراہیم بن عبید بن زیاد بن مہران بن بختری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(تاریخ بغداد ج۱۰ ص۱۳۷)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۸۸ھ: میں حضرت ابوعلی محمد بن حسین بن مظفر بغدادی کاتب رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص۵۰۰)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۹۰ھ: میں حضرت ابوالحسن محمد بن عمر بن یحیٰ بن حسین بن احمد بن عمر بن یحیٰ بن حسین بن علی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(تاریخ بغداد ج۳ ص۳۴)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۹۱ھ: میں حضرت ابوالفضل جعفر بن ابوالفتح فضل بن جعفر بن محمد بن موسیٰ بن حسن بن فرات بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص۴۸۷،طبقات الحفاظ ج۱ ص۸۱،تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص۱۰۲۳،تاریخ بغداد ج۷ ص۲۳۴)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۹۲ھ: میں حضرت ابوحاتم محمد بن عبدالواحد بن محمد بن محمد بن زکریا خزاعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخ بغداد ج۲ ص۳۶۰)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۹۳ھ: میں حضرت ابوعلی حسن بن محمد بن یحیٰ بن حلبس بن عبداللہ بن یحیٰ بن عبداللہ بن حارث مخزومی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخ بغداد ج۷ ص۴۲۳)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۹۵ھ: میں مسند خرسان حضرت ابوالحسین احمد بن محمد بن احمد بن عمر نیشاپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص۴۸۵)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۹۹ھ: میں حضرت ابواحمد عبداللہ بن ابوبکر بن محمد بن حسین بن محمد طبرانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(تاریخ بغداد ج۹ ص۴۲۳)

Idara Ghufran

بسلسلہ: فقہی مسائل (نماز کے احکام: قسط ۱۸) مفتی محمد امجد حسین

سجدہ سہو کے مسائل

رکعات کی تعداد میں سہو

پہلی یا تیسری رکعت کے بعد بیٹھ گیا

پہلی یا تیسری رکعت کے سجدے کر کے اُسے دوسری یا چوتھی رکعت سمجھ کر بھولے سے بیٹھ گیا تو اگر اتنی دیر بیٹھنے سے پہلے یاد آنے پر اٹھ گیا جتنی دیر تین دفعہ سبحان ربی العظیم یا سبحان ربی الاعلیٰ پڑھا جا سکتا ہے (خواہ اس بیٹھنے کے دوران التحیات پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو، یاد رہے کہ التحیات میں ان تین تسبیحات کے ۴۲ حروف کی مقدار ایہا النبی میں ایہا کے یاء پر پوری ہوتی ہے) تو سجدہ سہو واجب نہیں، اٹھ کر حسب معمول نماز مکمل کرے اور اگر اتنی دیر بیٹھا رہا جتنی دیر میں تین تسبیحات پڑھی جا سکتی ہیں (یا التحیات پڑھنا شروع کی تو ایہا کی ی تک پہنچ گیا تھا) اس کے بعد یاد آیا تو اٹھ جائے اور آخر میں سجدہ سہو کے ساتھ نماز مکمل کرے (عالمگیری ۱/۱۲۷، خانیہ ۱/۱۲۰)

فجر میں چار اور عصر میں چھ (فرض) رکعتیں پڑھ لیں

فجر میں بھول کر تیسری اور عصر میں پانچویں رکعت کے لئے قعدہ اخیرہ میں بیٹھ کر تشہد تک پڑھنے کے بعد اٹھا ہے، اور پھر اس اضافی رکعت کے سجدہ تک پہنچنے سے پہلے پہلے یاد آ گیا، تو واپس بیٹھ جائے اور آخر میں سجدہ سہو کر کے نماز مکمل کر لے، نماز صحیح ہو جائے گی، لیکن اگر اس اضافی رکعت کا سجدہ بھی کر لیا، تو پھر ایک رکعت اور ملائے، فجر کی چار اور عصر کی چھ رکعتیں ہو جائیں گی، آخر میں سجدہ سہو کر لے، تو یہ اضافی دو رکعت نفل شمار ہو جائیں گی، فرض صحیح ہو جائیں گے، اور اگر قعدہ اخیرہ میں بیٹھا ہی نہیں اٹھ کر دو اضافی رکعتیں پڑھی ہیں تو فرض ادا نہ ہوئے، دوبارہ نماز پڑھے، یہ پوری نماز نفل ہو گی، آخر میں سجدہ سہو اس صورت میں بھی ہو گا (شامی ۲/۸۶، عالمگیری ۱/۱۲۹)

رکعتوں کی تعداد میں شک ہو جانا

نماز میں یہ شک ہو گیا کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار (اور اس طرح کا شک اسے ہوتا رہتا ہے) تو دل میں سوچے جس طرف زیادہ رجحان ہو اتنی ہی سمجھے اس پر عمل کرے اس صورت میں سجدہ سہو نہیں، اگر کسی

طرف غالب رجحان نہ ہو دونوں طرف برابر شک ہو تو کم سمجھے یعنی اس صورت میں تین ہی رکعت سمجھے ایک رکعت مزید پڑھے، اور اس تیسری رکعت کے بعد بھی قعدہ کرے چوتھی رکعت کے بعد سجدہ سہو کے ساتھ نماز مکمل کرے اسی طرح پہلی اور دوسری رکعت میں شک ہوا اور کسی ایک طرف بھی غالب رجحان نہیں تو ایک رکعت سمجھے لیکن اس رکعت کے بعد قعدہ میں بیٹھے (کہ ممکن ہے حقیقت میں یہ دوسری رکعت ہو) دوسری رکعت مکمل قرأت کے ساتھ ادا کر کے اس کے بعد بھی قعدہ کرے، پھر تیسری رکعت کے بعد بھی قعدہ کرے (چوتھی ہونے کا امکان یہاں بھی لگا ہوا ہے) پھر چوتھی رکعت پڑھ کر سجدہ سہو کے ساتھ آخری قعدہ مکمل کرے (اور سلام پھیرے) یہ تفصیل شک میں مبتلا شخص کیلئے ہے جس کو نماز میں اس طرح کا شک ہوتا رہتا ہے، باقی جو شک میں مبتلا نہ ہو، کبھی اتفاقاً اسے اس طرح کا شک ہو گیا تو وہ نماز توڑ دے اور نئے سرے سے نماز پڑھے (شامی ۲/۹۲، عالمگیری ۱/۱۳۰ و خانیہ ۱/۱۲۰)

امام نے چار رکعت والی نماز میں دو یا تین رکعت پر سلام پھیر دیا

بھولے سے امام نے تیسری رکعت پر سلام پھیر دیا اس کے بعد مقتدیوں میں تذکرہ ہوا تو امام کچھ بات چیت کئے بغیر چوتھی رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے، آخر میں سجدہ سہو کر کے نماز مکمل کر لے، امام کی بھی اور جن مقتدیوں نے بات چیت نہیں کی ان سب کی نماز صحیح ہو گئی، جنہوں نے بات چیت کر لی تھی ان کی نماز ٹوٹ گئی وہ دوبارہ نئے سرے سے نماز پڑھیں (شامی ۲/۹۱)

امام بھول کر پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا

امام اگر بھولے سے چوتھی رکعت کے بعد پانچویں رکعت کے لئے (یا دو رکعت والی نماز میں تیسری کے لئے) کھڑا ہو گیا تو مقتدیوں کو اختیار ہے چاہیں تو امام کی اقتدا میں کھڑے ہو جائیں اور چاہیں تو بیٹھے رہیں (امام کے واپس آ جانے پر اس کے ساتھ نماز مکمل کریں)، پانچویں کے سجدہ سے پہلے پہلے یاد آ گیا تو امام واپس آ جائے ورنہ چھٹی بھی ملائے اور آخر میں سجدہ سہو کر کے نماز مکمل کرے (امام نے پانچویں کا سجدہ بھی کر لیا تو مقتدی جو بیٹھے امام کے واپس آنے کا انتظار کر رہے تھے اب اکیلے سلام پھیر دیں) یاد رہے کہ اس مذکورہ صورت میں امام کے اضافی رکعت کے لئے کھڑے ہونے کے بعد کسی نمازی نے امام کی اقتداء کی، آ کر نماز میں شامل ہوا، تو اس کی نماز صحیح نہ ہو گی، فرض نماز ادا نہ ہو گی (شامی ۲/۸۷، ۸۸)

اپنے کو مسافر سمجھ کر قصر نماز پڑھی

کم از کم مسافت سفر جس سے سفر کے احکام جاری ہوتے ہیں موجودہ پیمانے سے سوا ستتر کلومیٹر بنتے ہیں۔

اس سے کم مسافت کے ارادے سے سفر شروع کیا اور اپنے کو مسافر سمجھ کر قصر نماز پڑھی بعد میں معلوم ہوا کہ میں شرعاً مسافر نہ تھا تو قصر نماز کو لوٹانا ضروری ہوگا، پوری پڑھے (شامی ۹۲/۲)

تکبیرات میں سہو

تکبیرات انتقالیہ اور اسی طرح اذکار وتسبیحات سنت ہیں ان میں غلطی سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔ عیدین کی نماز میں تین تکبیرات اضافی ہر رکعت میں واجب ہیں، امام سے ان میں سے کوئی تکبیر کم ہوگئی یا ایک دو تکبیریں اضافی پڑھ لیں یا اپنے موقعہ محل سے آگے پیچھے ہوگئیں تو سجدہ سہو واجب ہے، لیکن عیدین میں چونکہ غیر معمولی مجمع ہوتا ہے سجدہ سہو سے انتشار اور حرج واقع ہونے کا خدشہ ہوتا ہے (درمع الشامی ۸۰/۱، عالمگیری ۱۲۸/۱) اس لئے سجدہ سہو معاف ہے اگر ایسا انتظام یا اتنا مجمع ہو کہ سجدہ سہو کرنے میں کوئی انتشار نہ ہوتا ہو تو امام پھر سجدہ سہو کرے۔

مقتدی نے تکبیر تحریمہ امام سے پہلے کہہ دی

تکبیر تحریمہ (نماز شروع کرنے کی تکبیر) مقتدی امام کے بعد کہے تو تب امام کی اقتداء میں داخل ہوتا ہے پس اگر مقتدی نے تکبیر تحریمہ امام سے پہلے کہی (ابھی امام کا لفظ اللہ مکمل نہیں ہوا تھا کہ مقتدی کا لفظ اللہ مکمل ہوگیا) تو اس صورت میں مقتدی کی نماز صحیح نہیں ہوئی، وہ امام کی اقتداء میں داخل ہی نہیں ہوا۔ اسے چاہیئے کہ دوبارہ تکبیر تحریمہ کہہ کے نماز شروع کرے اور امام کی اقتداء میں شامل ہو (صغیری ۱۴۳، عالمگیری ۶۹/۱)

تکبیر تحریمہ سیدھے کھڑے ہو کر کہنا ضروری ہے

امام اگر رکوع میں ہے تو مقتدی کو اس کی اقتداء میں شامل ہونے کے لئے اتنا ضروری ہے کہ تکبیر تحریمہ قیام یعنی بالکل سیدھے کھڑے ہونے کی حالت میں کہے، پھر فوراً دوسری تکبیر کہہ کر امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو جائے (تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد ہاتھ باندھنے کی ضرورت نہیں) اگر مقتدی نے سیدھے قد کھڑے ہوئے بغیر جھکے جھکے تکبیر تحریمہ کہی تو اس کی نماز صحیح نہ ہوگی (عالمگیری ۶۹/۱)

مریض کے لئے تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کہنا

ایسا مریض جو فرض نماز کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا لیکن تکبیر تحریمہ پڑھنے کے بقدر کھڑا ہو سکتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہے پھر بیٹھ کر نماز پوری کرے، جبکہ تکلیف یا مرض اتنا شدید ہو کہ قیام نہیں کر سکتا (عالمگیری ۱۳۶/۱، باب فی صلوٰۃ المریض)

Idara Ghufran

بسلسلہ: آدابُ المعاشرت

مفتی محمد رضوان

جانوروں کے حقوق و آداب (قسط ۳)

جانوروں پر رحم اور ان کے حقوق کی رعایت کی تاکید

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ -صلی اللہ علیہ وسلم- قَالَ إِنَّ لِلَّهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ أَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَاحِدَةً بَيْنَ الْجِنِّ وَالإِنْسِ وَالْبَهَائِمِ وَالْهَوَامِّ فَبِهَا يَتَعَاطَفُونَ وَبِهَا يَتَرَاحَمُونَ وَبِهَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلَى وَلَدِهَا وَأَخَّرَ اللَّهُ تِسْعًا وَتِسْعِينَ رَحْمَةً يَرْحَمُ بِهَا عِبَادَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (مسلم ،حديث نمبر ۷۱۵۰، كتاب التوبة، باب فى سعة رحمة الله تعالى وأنها سبقت غضبه)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصوں میں سے ایک حصہ ان جنوں اور انسانوں اور جانوروں اور حشرات الارض کے درمیان نازل فرمایا، پس اسی ایک حصے کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، اور ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں، اور اسی وجہ سے جانور اپنے بچے سے محبت کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے رحمت کے ننانوے حصوں کو اپنے لئے مؤخر (مختص) فرمالیا، جس کے ذریعے سے وہ اپنے بندوں پر قیامت کے دن رحم فرمائیں گے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ مخلوق کو رحم، اللہ تعالیٰ کی طرف سے تقسیم کیا ہوا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو صحیح صحیح استعمال کرنا اس نعمت کی قدردانی ہے، اور اس کو صحیح استعمال نہ کرنا اس کی ناقدری ہے۔

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو صحیح مصرف میں استعمال کرتا ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بھی مستحق ہوتا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ (بخاری، حديث نمبر ۵۵۵۴، كتاب الادب ،باب رحمة الناس والبهائم)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا جو دوسرے پر رحم نہیں کرے گا، اس پر بھی رحم نہیں کیا جائے گا(ترجمہ ختم)

رحم کرنے میں جانور بھی شامل ہیں، کہ جوان پر رحم نہیں کرے گا، وہ بھی رحم کا مستحق نہیں ہوگا، جیسا کہ آگے آنی والی احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ ارْحَمُوا أَهْلَ الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ (ابوداؤد، حدیث نمبر ۴۹۴۳، کتاب الادب، باب فی الرحمۃ، واللفظ لہٗ، ترمذی، باب ماجاء فی رحمۃ الناس)

ترجمہ: رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم فرماتا ہے(پس)تم زمین والوں پر رحم کرو، تمہارے اوپر آسمان والا رحم کرے گا(ترجمہ ختم)

زمین والوں میں انسانوں کے علاوہ جانور بھی شامل ہیں، لہٰذا اس حدیث سے جانوروں پر رحم کرنے کی اہمیت معلوم ہوئی (مرقاۃ، کتاب الآداب، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق)

اور موذی جانوروں کو جو قتل کرنے کا حکم ہے، وہ رحم کے خلاف نہیں، جس طرح جہاد میں کافروں کو قتل کرنا اور قربانی میں جانور کو ذبح کرنا، رحم کے خلاف نہیں۔ کیونکہ موذی جانور کو قتل کرنا اس کی ایذاء سے اپنے آپ اور دوسرے کو بچانے کے لئے ہے۔

احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جانور اپنے مالک کی طرف سے اپنے ساتھ رحمدلی اور محبت پیدا ہونے کی اللہ تعالیٰ سے ہر روز دعا کرتے ہیں۔

چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن شماسہ سے مروی ہے کہ:

أَنَّ مُعَاوِيَةَ بْنَ حُدَيْجٍ مَرَّ عَلَى أَبِي ذَرٍّ، وَهُوَ قَائِمٌ عِنْدَ فَرَسٍ لَهُ فَسَأَلَهُ: مَا تُعَالِجُ مِنْ فَرَسِكَ هَذَا؟ فَقَالَ: " إِنِّي أَظُنُّ أَنَّ هَذَا الْفَرَسَ قَدِ اسْتُجِيبَ لَهُ دَعْوَتُهُ ". قَالَ: وَمَا دُعَاءُ الْبَهِيمَةِ مِنَ الْبَهَائِمِ؟ قَالَ: " وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، مَا مِنْ فَرَسٍ إِلَّا وَهُوَ يَدْعُو كُلَّ سَحَرٍ فَيَقُولُ: اللَّهُمَّ أَنْتَ خَوَّلْتَنِي عَبْدًا مِنْ عِبَادِكَ، وَجَعَلْتَ رِزْقِي بِيَدِهِ، فَاجْعَلْنِي أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَوَلَدِهِ " (مسند احمد

حدیث نمبر ۲۱۴۴۲، واللفظ لہٗ، العظمۃ لأبی الشیخ، حدیث نمبر ۱۲۴۶،سنن سعید بن منصور حدیث نمبر ۲۲۶۹)

ترجمہ: حضرت معاویہ بن حدیج حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے قریب سے گزرے، اوراس وقت حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے کے قریب کھڑے ہوئے (محبت کا اظہار کررہے) تھے، تو حضرت معاویہ بن حدیج نے حضرت ابوذر سے کہا کہ آپ اپنے اس گھوڑے کے ساتھ کیا کررہے ہیں، تو حضرت ابوذر نے فرمایا کہ میرا گمان یہ ہے کہ اس گھوڑے کی دعا قبول کرلی گئی ہے، حضرت معاویہ بن حدیج نے عرض کیا کہ ان بے زبان جانوروں میں کسی بے زبان جانور کی دعا کیا ہوگی؟ تو حضرت ابوذر نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، کہ کوئی گھوڑا بھی ایسا نہیں ہے، جو سحری کے وقت یہ دعا نہ کرتا ہو کہ: یااللہ! آپ نے مجھے اپنے بندوں میں سے جس بندے کی ملکیت میں دیا ہے، اوراس کے قابو میں میرا رزق کردیا ہے، تو مجھے اس کو اس کے گھر والے، اوراس کے مال اوراس کی اولاد سے زیادہ محبوب کردیجئے (ترجمہ ختم)

معلوم ہوا کہ جانور نہ صرف یہ کہ مالک سے محبت کو طلب کرتے ہیں، بلکہ اس کی اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتے ہیں۔ پس مالک کے دل میں اپنے مملوک جانور کی محبت نہ ہونا اس کی سنگدلی کی علامت ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تُنْزَعُ الرَّحْمَةُ إِلَّا مِنْ شَقِيٍّ (ترمذی، حدیث نمبر ۱۸۴۶، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی رحمة الناس)

ترجمہ: میں نے ابوالقاسم (یعنی رسول اللہ) صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ ارشاد فرمارہے تھے کہ (اللہ کی مخلوق پر) شفقت صرف بدبخت سے ہی چھینی جاتی ہے (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ جس کے دل میں مخلوق کی طرف سے شفقت نہ ہو، تو وہ بدبخت اور محروم القسمت انسان ہے۔ اور ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق نہیں، کیونکہ جو مخلوق پر رحم نہیں کرتا، اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی رحمت نہیں ہوتی (ملاحظہ ہو: مرقاۃ، کتاب الآداب، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق)

حضرت قرہ بن ایاس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

Idara Ghufran

أَنَّ رَجُلًا قَالَ :يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّى لَأَذْبَحُ الشَّاةَ ، وَأَنَا أَرْحَمُهَا -أَوْ قَالَ :إِنِّى لَأَرْحَمُ الشَّاةَ أَنْ أَذْبَحَهَا -فَقَالَ " :وَالشَّاةُ إِنْ رَحِمْتَهَا رَحِمَكَ اللهُ " وَالشَّاةُ إِنْ رَحِمْتَهَا رَحِمَكَ اللهُ (مسند احمد حديث نمبر ۱۵۵۹۲، واللفظ لهٗ،وحديث نمبر ۲۰۳۶۳، المعجم الكبير للطبرانى، حديث نمبر ۱۵۳۸۸)

ترجمہ: ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول میں بکری ذبح کرتا ہوں، اور مجھے اس بکری پر رحم آتا ہے، یا مجھے بکری ذبح کرنے پر رحم آتا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر بکری پر آپ نے رحم کیا، تو اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائیں گے، اگر بکری پر آپ نے رحم کیا، تو اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائیں گے (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ جانور کو ذبح کرتے وقت بھی اس کے ساتھ شفقت ورحمت والا معاملہ کرنا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا باعث ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من رحم ولو ذبيحة ، رحمه الله يوم القيامة (الادب المفرد للبخارى، حديث نمبر ۳۹۳،باب رحمة البهائم)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رحم کیا، اگرچہ ذبح کئے جانے والے جانور پر ہی کیوں نہ ہو، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر رحم فرمائیں گے (ترجمہ ختم)

جانور کو ذبح کرتے وقت رحم اور شفقت سے متعلق شریعت نے مستقل احکام بیان کئے ہیں۔

اور حضرت سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اتَّقُوا اللَّهَ فِى هَذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ (ابوداؤد، حديث نمبر ۲۵۵۰، كتاب الجهاد، باب ما يؤمر به من القيام على الدواب و البهائم)

ترجمہ: ان بے زبان چوپاؤں کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو (ترجمہ ختم)

بے زبان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جانور اپنی بھوک پیاس اور تکلیف اور دوسری ضروریات کا انسان کے سامنے اپنی زبان سے اظہار نہیں کرپاتے، اس لئے جانور انسانوں کے مقابلہ میں زیادہ رحم اور توجہ کے مستحق ہیں، کہ انسان خود سے ان کی راحت وآرام کا خیال رکھے، اور ان کی دکھ درد اور تکلیف سے حفاظت

کا اہتمام کرے۔ کیونکہ انسانوں سے تو معافی کا حاصل کرنا ممکن ہے، لیکن جانوروں سے ممکن نہیں۔
اسی لئے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

لَوْ غُفِرَ لَكُمْ مَا تَأْتُونَ إِلَى الْبَهَائِمِ لَغُفِرَ لَكُمْ كَثِيرًا "(مسند احمد حديث نمبر ۲۷۴۸۶، شعب الايمان للبيهقي، حديث نمبر ۴۸۲۴)

ترجمہ: اگر تمہاری ان چیزوں (یعنی زیادتیوں اور گناہوں) کو معاف کر دیا گیا، جو تم جانوروں کے ساتھ کرتے ہو، تو بلاشبہ تمہاری بہت بڑی مغفرت کر دی گئی (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ عام طور پر انسانوں کی طرف سے جانوروں کو جو تکلیف پہنچتی ہے، اور ان کے حقوق کی خلاف ورزی ہوتی ہے، مثلاً جانور کو بے جا مارنا اور دکھ پہنچانا، اور اس سے طاقت سے زیادہ کام لینا، تو یہ بہت بڑا جرم اور گناہ ہے، اور اس کی تلافی آسان نہیں۔

لہٰذا اگر اس کی معافی مل گئی، تو یہ انسان کی بہت بڑی کامیابی ہے (فیض القدیر للمناوی، تحت حدیث رقم ۷۴۵۶)

اور یحییٰ بن جابر فرماتے ہیں کہ:

أَنَّ أَبَا الدَّرْدَاءِ مَرَّ بِقَوْمٍ قَدْ أَنَاخُوا بَعِيرًا فَحَمَلُوا غِرَارَتَيْنِ ثُمَّ عَلَوصًا فَلَمْ يَسْتَطِعِ الْبَعِيرُ أَنْ يَنْهَضَ فَأَلْقَاهَا أَبُو الدَّرْدَاءِ، عَنِ الْبَعِيرِ ثُمَّ أَنْهَضَهُ فَانْتَهَضَ ثُمَّ قَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ لَئِنْ غَفَرَ اللَّهُ لَكُمْ مِثْلَ مَا تَأْتُونَ إِلَى الْبَهَائِمِ لَيَغْفِرَنَّ لَكُمْ عَظِيمًا إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ: إِنَّ اللَّهَ يُوصِيكُمْ بِهَذِهِ الْعُجْمِ خَيْرًا أَنْ تَنْزِلُوا بِهَا مَنَازِلَهَا فَإِذَا أَصَابَتْكُمْ سِنَةٌ أَنْ تَنْجُوا عَلَيْهَا بِنِقْيِهَا (بغية الباعث، حديث نمبر ۸۸۵. باب ما جاء في الدواب)

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے، جنہوں نے اونٹ کو بٹھا رکھا تھا، پھر اس کے اوپر انہوں نے دو بڑے بڑے بورے لادے، پھر مزید سامان لادا، تو اونٹ سے اٹھا نہیں گیا، تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے اس اضافی سامان کو اونٹ سے نیچے اتار دیا، اس کے بعد اونٹ کو اٹھایا، تو وہ اٹھ گیا، پھر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تمہاری ان جیسی چیزوں (یعنی زیادتیوں اور گناہوں) کو معاف کر دیا گیا، جو تم جانوروں کے ساتھ کرتے ہو، تو بلاشبہ تمہاری بہت بڑی مغفرت کر دی گئی، میں نے رسول اللہ

ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ارشاد فرما رہے تھے کہ: بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں ان بے زبان جانوروں کے بارے میں خیر اور بھلائی کا برتاؤ کرنے کی وصیت فرماتے ہیں، لہٰذا تم ان جانوروں کو ان کے درجوں پر رکھو (یعنی ہر جانور کو اس کے درجے پر رکھ کر اس سے برتاؤ کرو) اور جب تم خشک سالی کے زمانے میں سفر طے کیا کرو، تو چلنے میں تیزی کیا کرو (ترجمہ ختم)

خشک سالی کے زمانے میں جلدی سفر طے کرنے کی وجہ یہ ہے تاکہ جانور کو دیر تک بھوک پیاس کی مشقت نہ اٹھانی پڑے۔اس کی مزید تفصیل آگے احادیث کے ضمن میں آتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم -قَالَ لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوقَ إِلَى أَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ . (مسلم، حديث نمبر ۶۷۴۵، كتاب البر والصلة والآداب ،باب تحريم الظلم، واللفظ لهٗ، ترمذی، باب ما جاء فی شأن الحساب والقصاص، مسند احمد حديث نمبر ۷۲۰۴)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن صاحبِ حقوق کو ان کے حقوق ضرور دلائے جائیں گے، یہاں تک کہ بے سینگ والی بکری کا بدلہ سینگ والی بکری سے بھی دلوایا جائے گا (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوقَ إِلَى أَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، حَتَّى يُقْتَصَّ لِلشَّاةِ الْجَمَّاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ نَطَحَتْهَا " (مسند احمد ،حديث نمبر ۷۲۰۴، واللفظ لهٗ،صحيح ابن حبان حديث نمبر ۷۳۶۳)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن صاحبِ حقوق کو ان کے حقوق ضرور دلائے جائیں گے، یہاں تک کہ بے سینگ والی بکری کا بدلہ سینگ والی بکری سے بھی دلوایا جائے گا، جو اس نے بے سینگ والی کو مارا ہوگا (ترجمہ ختم)

اور امام حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت کیا ہے:

" يُحْشَرُ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْبَهَائِمُ، وَالدَّوَابُّ، وَالطَّيْرُ، وَكُلُّ شَيْءٍ

Idara Ghufran

فَیَبْلُغُ مِنْ عَدْلِ اللّٰہِ أَنْ یَأْخُذَ لِلْجَمَّاءِ مِنَ الْقَرْنَاءِ (مستدرک حاکم ،حدیث نمبر ۳۱۸۸،وقال وَھُوَ صَحِیحٌ عَلَی شَرْطِ مسلم وَلَمْ یُخْرِجَاہُ تعلیق الذھبی فی التلخیص علی شرط مسلم)

ترجمہ: تمام مخلوقات کو قیامت کے دن جمع کیا جائے گا، چوپاؤں کو بھی، اور دوسرے جانوروں کو بھی، اور پرندوں کو بھی، اور ہر چیز کو، پس اللہ تعالیٰ کے عدل وانصاف سے بے سینگ والا جانور بھی سینگ والے جانور سے اپنا حق حاصل کرے گا (ترجمہ ختم)

پس جب ایک جانور سے بھی دوسرے جانور کو بدلہ دلوایا جائے گا، جبکہ جانور شریعت کے احکام کے مکلّف بھی نہیں، تو جانور کو انسان سے بدلہ کیونکر نہیں دلوایا جائے گا۔

اور اسی وجہ سے اہلِ علم نے فرمایا کہ جانور پر ظلم کرنے کا وبال کسی انسان پر ظلم کرنے سے زیادہ شدید ہے۔

بھوکے پیاسے جانور کو کھلانے پلانے پر اجر وثواب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَمَا رَجُلٌ یَمْشِی بِطَرِیقٍ اشْتَدَّ عَلَیْہِ الْعَطَشُ فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِیھَا فَشَرِبَ ثُمَّ خَرَجَ فَإِذَا کَلْبٌ یَلْھَثُ یَأْکُلُ الثَّرَی مِنَ الْعَطَشِ فَقَالَ الرَّجُلُ لَقَدْ بَلَغَ ھٰذَا الْکَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِی کَانَ بَلَغَ بِی فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَأَ خُفَّہُ ثُمَّ أَمْسَکَہُ بِفِیہِ فَسَقَی الْکَلْبَ فَشَکَرَ اللّٰہُ لَہُ فَغَفَرَ لَہُ قَالُوا یَا رَسُولَ اللّٰہِ وَإِنَّ لَنَا فِی الْبَھَائِمِ أَجْرًا فَقَالَ نَعَمْ فِی کُلِّ ذَاتِ کَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ (بخاری، حدیث نمبر ۵۵۵۰،کتاب الادب ،باب رحمة الناس والبھائم، واللفظ لہٗ، مسلم حدیث نمبر ۵۹۹۶، کتاب السلام، باب تحریم قتل الھرة)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک آدمی راستے میں چلا جا رہا تھا، کہ اس پر پیاس کا غلبہ ہوا، اس نے ایک کنواں پایا، جس میں وہ اتر گیا، اور پانی پیا، پھر باہر نکل گیا، تو اس نے دیکھا کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے، اور پیاس کی وجہ سے کیچڑ چاٹ رہا ہے، اس نے کہا کہ اس کو بھی ویسی ہی پیاس لگی ہوگی جیسی مجھے لگی تھی، چنانچہ وہ کنویں میں اترا، اور اپنا موزہ پانی سے بھرا، پھر اس کو اپنے منہ میں پکڑا، پھر کتے کو پانی پلایا، تو اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اس کی قدر کی، اور اس کو بخش دیا، لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا چوپائے میں بھی ہمارے

لئے اجر ہے،آپ نے فرمایا ہرتر جگروالے (یعنی جاندار) میں ثواب ہے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ ہر جانور کو کھلانا پلانا ثواب ہے۔

اور ایک روایت میں اسی قسم کا واقعہ ایک عورت کے بارے میں آتا ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ غُفِرَ لِامْرَأَةٍ مُومِسَةٍ مَرَّتْ بِكَلْبٍ عَلَى رَأْسِ رَكِيٍّ يَلْهَثُ قَالَ كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ فَنَزَعَتْ خُفَّهَا فَأَوْثَقَتْهُ بِخِمَارِهَا فَنَزَعَتْ لَهُ مِنَ الْمَاءِ فَغُفِرَ لَهَا بِذَلِكَ (بخاری، حدیث نمبر ۳۰۷۴، کتاب بدء الخلق، باب إذا وقع الذباب فی شراب أحدکم فلیغمسه، واللفظ لهٗ،مسلم حدیث نمبر ۵۹۹۷وحدیث نمبر ۵۹۹۸، کتاب السلام، باب تحریم قتل الهرة))

ترجمہ: رسول ﷺ نے فرمایا کہ (بنی اسرائیل کی) ایک فاحشہ عورت کی مغفرت کردی گئی (وجہ یہ ہوئی) کہ وہ ایک کتے کے پاس سے گزری جو پیاس کی سختی کی وجہ سے زبان نکالے کنویں کے کنارے پر کھڑا تھا،قریب تھا کہ پیاس سے مرنہ جائے،اس عورت نے اپنا موزہ پیر سے اتارا اور اسے دوپٹہ سے باندھ کر کنویں سے پانی نکالا اور کتے کو پلادیا،اس عمل کی بدولت اس کی مغفرت کردی گئی (ترجمہ ختم)

بلاضرورت کتے کو پالنا اور رکھنا شریعت میں ناپسندیدہ ہے،لیکن جب کتے جیسے جانور پر رحم کرنے اور اس کو بھی بھوک پیاس کی حالت میں کھلانے پلانے پر اتنا اجروثواب ہے،تو دوسرے جانوروں پر رحم کرنے اور ان کو کھلانے پلانے میں کیونکر ثواب نہ ہوگا۔

(عمدۃ القاری، کتاب المساقاۃ، باب فضل سقی الماء،مرقاۃ، کتاب الزکاۃ، باب فضل الصدقۃ)

درخت یا کھیتی سے جانور کے کھانے کا ثواب

جانور پر رحم کرنے اور بھوکے پیاسے جانور کو کھلانے پلانے کا اجروثواب تو اپنی جگہ ہے،لیکن اگر جانور کو براہِ راست کھلایا پلایا نہ جائے اور نہ ہی اس کو کھلانے پلانے کا ارادہ کیا جائے، بلکہ کوئی شخص کسی ضرورت سے درخت لگائے یا کھیتی کرے،اور پھر اس میں سے کوئی جانور چرند پرند کھالے،اور وہ جانور اپنی تحویل اور ملکیت میں بھی نہ ہو، بلکہ آزاد ہو،تو اس کا بھی درخت لگانے اور کھیتی کرنے والے کو عظیم اجروثواب

حاصل ہوتا ہے۔

چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

دَخَلَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰی اُمِّ مَعْبَدٍ حَائِطًا فَقَالَ یَااُمَّ مَعْبَدٍ مَنْ غَرَسَ هٰذَا النَّخْلَ اَمُسْلِمٌ اَمْ کَافِرٌ فَقَالَتْ بَلْ مُسْلِمٌ قَالَ فَلَایَغْرِسُ الْمُسْلِمُ غَرْسًا فَیَأْکُلَ مِنْهُ اِنْسَانٌ وَلَا دَابَّةٌ وَلَاطَیْرٌ اِلَّا کَانَ لَهٗ صَدَقَةًاِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ (صحیح مسلم حدیث نمبر ۲۹۰۳، کتاب المساقاۃ، باب فضل الغرس والزرع واللفظ لہٗ)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ام معبد کی دیوار کے قریب تشریف لے گئے، اور فرمایا کہ اے اُمِ معبد یہ کھجور کا درخت کسی مسلمان نے لگایا یا کافر نے؟

تو انہوں نے عرض کیا کہ مسلمان نے لگایا ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مسلمان بھی کوئی درخت لگاتا ہے پھر اس درخت سے کوئی انسان اور کوئی چوپایہ اور کوئی پرندہ جو بھی (اس درخت کے پھل، پھول، پتے، شاخ وغیرہ سے) کھاتا ہے، تو وہ درخت لگانے والے کے لئے صدقہ ہوتا ہے قیامت تک (ترجمہ ختم)

یعنی اگر قیامت تک اس سے اللہ تعالیٰ کی کوئی مخلوق کسی بھی شکل میں فائدہ اٹھاتی رہے تو اس کا درخت لگانے والے کو صدقۂ جاریہ کے طور پر ثواب ملتا رہتا ہے، جبکہ درخت لگانے والا مسلمان ہو۔

اور مسلم شریف ہی کی ایک حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

لَایَغْرِسُ مُسْلِمٌ غَرْسًا وَلَایَزْرَعُ زَرْعًافَیَأْکُلَ مِنْهُ اِنْسَانٌ وَلَا دَابَّةٌ وَلَاشَیْئٌ اِلَّا کَانَتْ لَهٗ صَدَقَةٌ (صحیح مسلم حدیث نمبر ۲۹۰۱، کتاب المساقاۃ، باب فضل الغرس والزرع واللفظ لہٗ، مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر ۱۹۶۹۰، المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۲۰۷۶۹ وحدیث نمبر ۲۰۷۷۰، سنن دارمی حدیث نمبر ۲۶۶۲، صحیح ابنِ حبان حدیث نمبر ۳۳۶۷)

ترجمہ: جو مسلمان بھی کوئی درخت لگاتا ہے یا کوئی کھیتی (یا چارہ وغیرہ) اُگاتا ہے، پھر اس سے کوئی انسان اور چوپایہ اور کوئی بھی چھوٹی موٹی چیز (خواہ وہ کوئی چیونٹی ہی کیوں نہ ہو) اس سے کچھ کھاتی ہے، تو وہ درخت اور کھیتی لگانے والے کے لئے صدقہ بن جاتا ہے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی نے پھل دار درخت نہیں لگایا، بلکہ کوئی ایسا درخت لگادیا جس کے پتے اور شاخوں

وغیرہ کو چارے کے طور پر بعض جانور کھاتے ہیں، یا کوئی پھول دار درخت یا پودا لگا دیا، جس سے کیڑے مکوڑے اور مکھیاں وغیرہ غذا حاصل کرتی ہیں (جیسے شہد کی مکھیاں اسی طرح کے پھل اور پھولوں سے رس حاصل کرکے اپنی غذا حاصل کرتی ہیں، اور شہد بھی تیار کرتی ہیں جو بعد میں غذاؤں اور دواؤں کے کام آتا ہے)

یا اس سے بھی کم درجہ کا کوئی اور گھاس پھونس اُگا دیا، جو بعض جانوروں (مثلاً گدھے، گھوڑوں) کے چارے کے کام آتا ہے، تو یہ بھی انسان کے لئے عظیم صدقہ ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

مَـامِنْ مُسْلِمٍ غَرَسَ غَرْسًا فَأَكَلَ مِنْهُ اِنْسَانٌ اَوْ دَابَّةٌ اِلَّا كَانَ لَهٗ بِهٖ صَدَقَةٌ (صحيح بخارى حديث نمبر۵۵۵۳، كتاب الادب باب رحمة الناس والبهائم)

ترجمہ: جو مسلمان بھی کوئی درخت لگاتا ہے، پھر اس سے کوئی انسان یا چوپایہ کھاتا ہے، تو وہ درخت لگانے والے کے لئے صدقہ بن جاتا ہے (ترجمہ ختم)

اور مسند احمد میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:

لَايَغْـرِسُ مُسْلِمٌ غَـرْسًـا فَيَأْكُلُ مِنْـهُ اِنْسَـانٌ اَوْ دَابَّةٌ اَوْطَـائِرٌ اِلَّا كَـانَ لَـهٗ صَدَقَةً (مسنداحمدحديث نمبر ۱۲۵۲۹ ،مسند انس بن مالك رضى اللّٰہعنه)

ترجمہ: جو مسلمان بھی کوئی درخت لگاتا ہے، پھر اس سے کوئی انسان یا چوپایہ یا کوئی پرندہ کھاتا ہے، تو وہ درخت لگانے والے کے لئے صدقہ بن جاتا ہے (ترجمہ ختم)

اور مسند احمد میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَـالَ رَسُـوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ غَرَسَ غَرْسًا فَأَكَلَ مِنْهُ اِنْسَانٌ اَوْ طَيْرٌ اَوْ سَبُعٌ اَوْ دَابَّةٌ فَهُوَ لَهٗ صَدَقَةٌ (مسند احمد حديث نمبر ۱۴۶۶۸ ،مسند جابر بن عبدالله رضى الله عنه)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کسی مسلمان نے کوئی درخت لگایا، پھر اس سے کسی انسان یا کسی پرندے یا درندے یا چوپائے نے کھایا، تو وہ درخت لگانے والے کے لئے صدقہ بن جاتا ہے (ترجمہ ختم)

اور مسند احمد ہی میں حضرت اُمِ مبشر رضی اللہ عنہا سے تھوڑے مختلف الفاظ کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے (ملاحظہ ہو: مسند احمد حدیث نمبر ۲۵۷۹۸، حدیث اُم مبشر امرأة زید)

Idara Ghufran

اور مستخرج ابوعوانہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

مَنْ غَرَسَ غَرْسًا، فَمَا أُكِلَ مِنْهُ ، فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ، وَمَاسُرِقَ مِنْهُ فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ، وَمَاأَكَلَ الطَّيْرُ مِنْهُ فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ وَلَا يَرْزَأُ مِنْهُ اَحَدٌ اِلَّا كَانَ لَهُ صَدَقَةً(مستخرج ابوعوانة حديث نمبر ۴۲۳۰،باب ذكر اخبار المبيحة واللفظ لهٗ، وحديث نمبر ۴۲۳۱)

ترجمہ: جس کسی مسلمان نے کوئی درخت لگایا، پھر اس سے کھایا گیا (خواہ کھانے والا کوئی بھی ہو) تو وہ درخت لگانے والے کے لئے صدقہ ہے۔اور جو اس سے چوری کیا گیا وہ بھی درخت لگانے والے کے لئے صدقہ ہے۔اور جو اُس سے کسی پرندے نے کھایا تو وہ بھی درخت لگانے والے کے لئے صدقہ ہے۔اور جس نے اس میں سے کچھ کمی کی (مثلاً کسی غرض سے اس میں سے لے لیا) تو وہ بھی درخت لگانے والے کے لئے صدقہ ہے (ترجمہ ختم)

اللہ تعالیٰ کا کتنا عظیم فضل ہے کہ درخت سے اگر کوئی انسان پرند، چرند کھائے ، بلکہ کوئی اگر چوری بھی کرے، وہ سب درخت لگانے والے کے لئے صدقہ بن جاتا ہے۔

حضرت خلاد بن سائب رحمہ اللہ اپنے والد حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ زَرَعَ زَرْعًا فَأَكَلَ مِنْهُ الطَّيْرُ اَوِ الْعَافِيَةُ كَانَ لَهُ بِهٖ صَدَقَةٌ(مسند احمد حديث نمبر ۱۵۹۶۳،حديث السائب بن خلاد،واللفظ لهٗ، المعجم الكبير للطبرانى حديث نمبر ۴۰۲۶)

ترجمہ: جس نے کوئی (کھیتی) کاشت کی، پھر اس سے کسی پرندے نے کھایا یا کسی بھی رزق کے طلبگار (خواہ انسان ہو یا جانور ہو) نے کھایا، تو وہ کھیتی اس لگانے والے کے لئے صدقہ بن جاتی ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت خلاد بن سائب انصاری رحمہ اللہ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَامِنْ شَيْئٍ يُصِيبُ مِنْ زَرْعِ اَحَدِكُمْ وَلَاثَمَرَةٍ مِنْ طَيْرٍ وَلَاسَبُعٍ اِلَّا وَلَهُ فِيهِ اَجْرٌ(المعجم الكبير للطبرانى حديث نمبر ۴۰۲۵)

ترجمہ: جو کوئی چیز بھی تم میں سے کسی کی کھیتی یا پھل میں سے پہنچ جائے، کسی پرندے یا درندے کو، تو اس میں (کھیتی والے کے لئے) اجر ہوتا ہے (ترجمہ ختم)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَـامِنْ رَجُلٍ یَغْرِسُ غَرَسًا اِلَّا کَتَبَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ لَہٗ مِنَ الْاَجْرِ قَدْرَ مَایَخْرُجُ مِنْ ثَمَرِ ذَالِکَ الْغَرْسِ (مسند احمد حدیث نمبر ۲۲۴۲۰ واللفظ لہٗ، غایۃ المقصد فی زوائد المسند باب فی الزرع والغرس)

ترجمہ: جس شخص نے بھی درخت لگایا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس درخت سے نکلنے والے پھل کی مقدار کے برابر اجروثواب لکھتے ہیں (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ جب تک اس درخت سے پھل نکلتے رہیں گے، تو درخت لگانے والے کو اس کا ثواب ملتا رہے گا، اگرچہ وہ فوت ہو گیا ہو یا وہ درخت کسی اور کی ملکیت میں چلا گیا ہو۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اَنَّ رَجُلًا مَـرَّ بِـہٖ وَھُـوَ یَـغْـرِسُ غَـرْسًا بِدَمِشْقَ فَقَالَ اَتَفْعَلُ ھٰذَا وَاَنْتَ صَاحِبُ رَسُـوْلِ اللّٰہِ ﷺ قَـالَ لَاتَـعْـجَلْ عَلَیَّ سَمِعْتُ رَسُـوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ مَنْ غَرَسَ غَـرْسًـا یَأْکُلُ مِنْہُ آدَمِیٌّ وَلَاخَلْقٌ مِنْ خَلْقِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ اِلَّا کَانَ لَہٗ صَدَقَۃً (مسند احمد حدیث نمبر ۲۶۲۳۴، غایۃ المقصد بزوائد المسند باب فی الزرع والغرس)

ترجمہ: ایک آدمی کا گزر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوا، اس وقت حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ دمشق میں ایک درخت لگا رہے تھے۔

تو اس شخص نے کہا کہ آپ یہ درخت لگا رہے ہیں، حالانکہ آپ صحابیٔ رسول ہیں (مطلب یہ تھا کہ آپ صحابیٔ رسول ہو کر یہ کام کر رہے ہیں) تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ میرے اس معاملہ میں جلد بازی نہ کریں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ نے فرمایا: جس نے درخت لگایا اور اس سے کوئی آدمی یا اللہ عزوجل کی کوئی بھی مخلوق کھائے گی تو وہ اس درخت لگانے والے کے لئے صدقہ بنے گا (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ درخت لگانے کا عمل اتنا عظیم الشان ہے کہ اس کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے خود اپنے ہاتھ سے انجام دیا ہے، کیونکہ ان کو اس عمل کی فضیلت اور اہمیت معلوم تھی کہ یہ صدقۂ جاریہ ہے، اور جو مخلوق بھی خواہ انسان یا جانور اس سے کھائے، اس کا ثواب درخت لگانے والے کو حاصل ہوتا ہے۔

جانوروں کو منحوس سمجھنے اور ان سے شگون لینے کی ممانعت

آج کل بہت سے لوگ جانوروں کو منحوس سمجھتے، اور ان سے بدفالی لیتے ہیں، حالانکہ جانوروں میں نحوست کا عقیدہ رکھنا غلط ہے، اور دراصل اس قسم کا عقیدہ ونظریہ زمانۂ جاہلیت سے تعلق رکھتا ہے۔

کیونکہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ بعض چیزوں میں نحوست کا عقیدہ رکھتے تھے، خاص کر عورت، گھوڑے اور مکان میں نحوست کا زیادہ اعتقاد رکھتے تھے، شریعت نے اس کی تردید فرمادی۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ -صلی اللہ علیہ وسلم- أَنَّهُ قَالَ إِنْ يَكُنْ مِنَ الشُّؤْمِ شَيْءٌ حَقٌّ فَفِي الْفَرَسِ وَالْمَرْأَةِ وَالدَّارِ (مسلم، كتاب السلام، باب الطيرة والفأل وما يكون فيه الشؤم)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر واقع میں کسی چیز کے اندر نحوست ہوتی تو ان تین چیزوں میں ہوتی، یعنی گھوڑے میں، عورت میں، اور گھر میں (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ اگر نحوست کا حقیقت میں کوئی وجود ہوتا تو ان تین چیزوں میں نحوست ہوتی، لیکن نحوست کا واقع میں کوئی وجود نہیں، لہٰذا ان چیزوں میں بھی نحوست نہیں۔

چنانچہ امام طحاوی رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

إِنَّمَا قَالَ إِنْ تَكُنْ فِي شَيْءٍ فَفِيهِنَّ أَيْ: لَوْ كَانَتْ تَكُونُ فِي شَيْءٍ, لَكَانَتْ فِي هَؤُلَاءِ, فَإِذَا لَمْ تَكُنْ فِي هَؤُلَاءِ الثَّلَاثَةِ, فَلَيْسَتْ فِي شَيْءٍ (شرح معانى الآثار، كتاب الكراهة، باب الرجل يكون به الداء هل يجتنب أم لا ؟)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ اگر نحوست کسی چیز میں ہوتی، تو ان چیزوں میں ہوتی، پس جب ان چیزوں میں بھی نحوست نہیں، تو کسی چیز میں نحوست نہیں (ترجمہ ختم)

پھر شریعت نے زمانۂ جاہلیت کے اس عقیدے کی نہ صرف یہ کہ پرزور تردید کی، بلکہ اسی کے ساتھ جن چیزوں میں وہ نحوست کا زیادہ عقیدہ رکھتے تھے، ان میں نحوست کے بجائے برکت کا حکم لگایا۔

چنانچہ حضرت حکیم بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا شُؤْمَ وَقَدْ يَكُونُ الْيُمْنُ فِي الدَّارِ وَالْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ (ترمذی، حدیث نمبر ۲۷۵۰، ابواب الادب عن رسول

اللہ علیہ وسلم،باب ما جاء فی الشؤم)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد مبارک سنا کہ نحوست کا کوئی وجود نہیں، اور ان تین چیزوں میں (نحوست تو کیا ہوتی، اس کے برعکس) بسا اوقات برکت ہوتی ہے، عورت میں اور گھوڑے میں اور گھر میں (ترجمہ ختم)

اور ابنِ ماجہ میں حضرت مخمر بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا شُؤْمَ وَقَدْ يَكُونُ الْيُمْنُ فِي ثَلَاثَةٍ فِي الْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ وَالدَّارِ (ابنِ ماجة، حديث نمبر ۱۹۸۳، كتاب النكاح، باب ما يكون فيه اليمن والشؤم)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد مبارک سنا کہ نحوست کا کوئی وجود نہیں، اور ان تین چیزوں میں (نحوست تو کیا ہوتی، اس کے برعکس) بسا اوقات برکت ہوتی ہے، عورت میں اور گھوڑے میں اور گھر میں (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں میں نحوست کا تو کوئی وجود نہیں، اس لئے نحوست کا عقیدہ رکھنا تو سراسر غلط ہے، البتہ اس کے برعکس بسا اوقات برکت ہوتی ہے۔ پس اگر ان چیزوں میں نحوست ہوتی، تو برکت کیونکر ہوتی پس آج کل بعض لوگ جو مختلف جانوروں سے مختلف طرح کی بدفالیاں اور بدشگونیاں لیتے ہیں، اور ان کو منحوس سمجھتے ہیں، یہ درست نہیں۔ (جاری ہے............)

ماہنامہ ''القاسم'' کی ۱۵ ویں خصوصی اشاعت

باکمال اساتذہ

زیرِ ادارت ونگرانی

مولانا عبدالقیوم حقانی

القاسم کے قدیم وجدید قارئین کو نصف قیمت اور دیگر شائقین کے لئے ۳۳ فیصد کی رعایت

ناشر: ماہنامہ ''القاسم''، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، ضلع نوشہرہ، سرحد پاکستان ☎ 0346-4010613

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ　اصلاحی مجلس: حضرت مولانا ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب

علماء وطلباء کے لیے ہدایات (قسط نمبر ۲)

یہ خطاب حضرت ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب دامت برکاتہم نے جامع مسجد حنفیہ اشرفیہ، فیکٹری کوارٹرز، مغل آباد، راولپنڈی میں یکم ذی الحجہ ۱۴۳۰، بمطابق ۱۹/نومبر ۲۰۰۹ء بروز جمعرات بعد نمازِ عصر علماء وطلباء کے مجمع سے فرمایا، اس کو مولانا ناصر صاحب زید مجدہٗ نے محفوظ اور نقل فرمایا　(ادارہ)

اساتذہ کے لیے نصائح

میں اپنے مدارس کے اساتذۂ کرام کو چند باتیں نصیحت کے طور پر بتایا کرتا ہوں، اور یہ وہ باتیں ہیں جو ہمارے حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے لازمی رکھی ہوئی تھیں، اور کیونکہ میرا تھانہ بھون کی خانقاہ میں دو سال کا عرصہ ایسا گزرا ہے کہ میں مفتاح العلوم میں پڑھتا تھا، اور حضرت کی مجلس میں بھی جایا کرتا تھا، اس لیے اس دوران بحمداللہ تعالیٰ بہت سی چیزیں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔

پہلی نصیحت: نابالغ بچوں کے بارے میں

مثلاً اگر کسی نابالغ بچے کو کسی استاد نے اپنے پاس تنہائی میں بُلا کر کوئی بات کر لی، تو حضرت اُس استاد کو بُلا لیتے تھے کہ ہاں بتلایئے! آپ نے اس بچے سے کیا بات کی؟ آپ نے یہ بات کسی دوسرے کے سامنے کیوں نہیں کی؟ کسی دوسرے کو کیوں نہیں بُلایا؟ اس نابالغ بچے سے اکیلے اور تنہائی میں کیوں بات کی؟ بس ضابطے کی خلاف ورزی کرنے پر کہہ دیا جاتا تھا کہ جاؤ اپنا کام کرو۔

یہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا طریقہ تھا، اور حضرت فرماتے تھے کہ یہ نابالغ بچے نامحرم عورت کی طرح ہوتے ہیں، اس لئے ان کے ساتھ وہی سلوک رکھو، جو نامحرم کے ساتھ ہوتا ہے۔

ایک دفعہ حضرت کے نیاز نامی خادم کی کہیں نظر ہٹ گئی، شاید وہ کہیں کام سے گئے ہونگے، کہ اس دوران ایک بچہ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے بالا خانے میں چلا گیا، حضرت وہاں سے ایک دَم نیچے بھاگے، اور پکارنے لگے: نیاز، نیاز، نیاز......خادم نے کہا کہ جی حضرت! جی حضرت!......

اور اس نیاز میاں کی جی حضرت بھی بڑی عجیب تھی، یہاں حضرت نے آواز دی ''میاں نیاز!''

اور وہاں جواب میں میاں نیاز پکارنے لگے کہ جی حضرت! جی حضرت! آیا جی حضرت!
ایک دفعہ نیاز میاں غسل خانے میں ننگے تھے کہ حضرت نے آواز دیدی، تو وہ ایسے ہی بغیر کپڑوں کے غسل خانے سے باہر جی حضرت! جی حضرت! کرتے ہوئے چلے آئے۔
حضرت نے لاحول ولاقوۃ پڑھا، اور کہا کہ میاں نیاز! تمہیں کچھ ہوش بھی ہے، جاؤ۔
تو خیر حضرت نے فرمایا کہ میاں جاؤ اور اوپر جا کر دیکھو کہ کیا ہے؟
انہوں نے کہا کہ کیا ہے حضرت؟ تو حضرت نے فرمایا کہ تم جاؤ تو سہی، دیکھا تو وہ کوئی لڑکا تھا، میاں نیاز اسے نیچے لے آئے، حضرت نے پوچھا کہ اس لڑکے کو اوپر کیوں بھیجا؟ انہوں نے کہا کہ میں ایک کام سے گیا تھا، اور وہاں رُک گیا تھا، تو فرمایا کہ کیوں رُک گئے تھے؟
تو خیر حضرت کا نابالغ بچوں کے معاملے میں بڑا عجیب مزاج تھا، اور اس معاملے میں بہت زیادہ سختی تھی، اور یہ حضرت تھانوی نے اپنا کوئی نیا مسلک نہیں نکالا تھا، بلکہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ اگرچہ اب اس زمانے میں نابالغ بچوں سے ایسی احتیاط نہیں ہے، لیکن کم از کم ہمیں بھی اس میں کچھ تھوڑا بہت حصہ لینا چاہیے، کیونکہ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے۔

امام محمد کی ابتدائی طالبِ علمی

چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔
جب امام محمد، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھنے کے لیے آئے، اس وقت وہ نابالغ تھے، اور اُن کے داڑھی بھی نہیں آئی تھی...... امام ابوحنیفہ نے اُن کی طرف دیکھا تو فرمایا کہ میرے پیچھے کھڑے ہو کر بات کرو...... امام محمد نے کہا کہ بہت اچھا...... اور پیچھے کھڑے ہو گئے۔
امام صاحب نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟...... امام محمد نے جواب دیا کہ جی میں آپ سے پڑھنے کے لیے آیا ہوں...... امام صاحب نے فرمایا کہ بہت اچھا، لیکن ایک شرط ہے، کہ آپ میرے سامنے نہیں آئیں گے...... سلام کر کے میرے پیچھے بیٹھ جاؤ گے، اور سبق پڑھتے رہو گے...... لیکن سامنے نہیں آؤ گے......
امام محمد نے کہا کہ بہت اچھا۔
اب آپ اُستاد کو بھی دیکھیں اور شاگرد کو بھی دیکھیں۔
امام محمد آتے رہے اور پڑھتے رہے، نہ امام ابوحنیفہ نے اُنہیں کبھی دیکھا اور نہ اُنہوں نے پوچھا کہ آپ

نے مجھے پیچھے کیوں بٹھایا ہوا ہے۔

ایک دن وہ مطالعہ کر رہے تھے، اور چراغ برابر میں رکھا ہوا تھا، اور سایہ سامنے پڑ رہا تھا۔

اب امام ابوحنیفہ نے دیکھا کہ اس مطالعہ کرنے والے شخص کے تو داڑھی ہے، اور محمد کے علاوہ اس جگہ کوئی اور ہے نہیں، انہوں نے کہا کہ محمد!...... تو امام محمد نے کہا کہ جی حضرت!...... پوچھا کہ تمہاری ڈاڑھی آ گئی ہے...... تو انہوں نے جواب دیا کہ حضرت اسے آئے ہوئے تو زمانہ ہو گیا ہے...... فرمایا کہ اچھا بھائی اب تو سامنے آ جایا کرو۔

تو آپ اندازہ لگائیں اور پڑھنے والے کو بھی دیکھیں، اور پڑھانے والے کو بھی دیکھیں۔

ان حالات اور احتیاط کے ساتھ انہوں نے جس کو پڑھایا، اس کے دل کے اندر کیا کیا چیزیں بھر دیں، وہ تو آپ سب کو معلوم ہیں۔

امام زفر کا واقعہ

کسی شخص نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت آپ کے شاگردوں میں امام محمد ہیں، امام ابو یوسف ہیں، امام کرخی ہیں، اور بہت سے ہیں، لیکن امام زفر کا اختلاف کبھی راجح نہیں ہوتا۔

آپ نے امام محمد کے قول کی طرف بھی رجوع کر لیا، اور امام ابو یوسف کے قول کی طرف بھی رجوع کر لیا، لیکن زفر کی بات آگے نہیں چلتی۔

تو امام صاحب ہنس پڑے، اور کہنے لگے کہ اس شرط پر بتاؤں گا کہ میری زندگی میں آپ کسی کو یہ بات بتائیں گے نہیں، تو انہوں نے عرض کیا کہ ٹھیک ہے۔

امام صاحب نے بتایا کہ میں ایک دفعہ راستے میں آ رہا تھا، اور زفر اپنے گھر کے سامنے بنے ہوئے چبوترے پر چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے، میں نے ان کو دیکھا، اور انہوں نے بھی مجھے دیکھا اور دیکھ کر نگاہ نیچی کر لی، لیکن میں نے ان کو دیکھ لیا، کہ انہوں نے مجھے دیکھا ہے۔

جب میں ان کے سامنے سے گزرا تو انہوں نے اس خیال سے کہ کتاب بند کروں گا، مطالعے کو چھوڑوں گا، پھر حضرت کے سامنے کھڑے ہو کر سلام اور مصافحہ کروں گا، تو میرا وقت ضائع ہوگا، تو میں کیوں نہ یہ ظاہر کروں کہ میں نے آپ کو دیکھا ہی نہیں، تو امام زفر کتاب دیکھتے رہے، اور میں ان کو دیکھتا ہوا گزر گیا۔

بس یہ بات میرے دماغ سے نہیں نکلتی، اس وجہ سے زفر کو وہ مقام نہیں ملا۔

امام ابویوسف کی ابتدائی طالبِ علمی

اب آپ دیکھیے، امام ابویوسف پانڈی تھے، بوریاں اُٹھاتے تھے، مزدوری کرتے تھے، جب وہ امام صاحب سے پڑھنے کے لیے آئے ہیں، تو امام صاحب نے اُن سے پوچھا کہ کیا کرتے ہو؟...... جواب دیا کہ مزدوری کرتا ہوں...... فرمایا کہ میں تمہیں ایسے نہیں پڑھاؤں گا...... عرض کیا کہ جی حضرت!...... کس طرح پڑھائیں گے، فرمایا: ایک اشرفی لوں گا، آٹھ دن میں جمع کرو، اور آٹھ دن کا سبق ایک دن لے لیا کرو...... عرض کیا کہ بہت اچھا۔

امام ابویوسف آٹھ دن تک مزدوری کرتے تھے، ایک اشرفی اکٹھی کر کے امام ابوحنیفہ صاحب کو دیتے تھے، اور سبق لیتے تھے۔ ایسے شاگرد تھے اور ایسے استاد تھے۔

امام ابویوسف تعلیم سے فارغ ہو گئے، اور فارغ ہونے کے بعد جب رخصت ہونے لگے، تو امام ابوحنیفہ نے کہا کہ میاں ابویوسف! میرے کاروبار میں آپ کا اتنا حصہ ہے، اور اس کا آج تک کا نفع اتنا ہے، یہ تمہاری ملکیت ہے، چاہے میرے ساتھ کام کرو، اور چاہے اپنے پیسے لے کر چلے جاؤ۔

اُن کا وہ سارا پیسہ امام ابوحنیفہ نے کام میں لگایا، اور ان کو فائدہ پہنچایا۔

اب میں آپ کو کہتا ہوں کہ اللہ کی شان ہے، اللہ نے مجھے اتنی عمر دی، نوے سے اوپر بانوے سال کی عمر ہے، میں نے وہ زمانہ بھی دیکھا ہے کہ جس وقت ایک روپیہ اور ایک پیسہ کیا ہوتا تھا؟

آپ تو اب اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے، لیکن میں اپنے زمانے میں ایک روپے کا ایک کلو اور پانچ چھٹانک اصلی گھی لے کر آتا تھا، نقلی گھی کا تو وہ زمانہ ہی نہیں تھا، نقلی گھی نہیں ملتا تھا؛ اور ایک روپے کی پانچ کلو چینی آتی تھی، یہ والی چینی نہیں، وہ سفید ہوتی تھی، اور بورا کہلاتی تھی، یہ معلوم نہیں کہ کیسے بناتے تھے، اور کیا کرتے تھے۔

اسی طرح ایک روپے کا تیس سے لے کر پینتس کلو تک گندم آتا تھا...... اور دو روپے سپاہی کی تنخواہ ہوتی تھی ...... دو روپے میں خاندان کا خرچہ چلتا تھا۔

اب تو دو روپے ہم بچوں کو دیتے ہیں تو وہ روتے ہوئے کہتے ہیں کہ دو روپے دے رہے ہیں، دو روپے تو آج کل بچہ بھی نہیں لیتا، دس روپے دو تو پھر کہتا ہے کہ ہاں اب ٹھیک ہے، تو یہ اس زمانے کی بات ہے۔

تو امام ابویوسف کے زمانے میں اشرفی کوئی معمولی چیز تھوڑا ہی تھی، بہت بڑا سرمایہ تھا، لیکن پھر بھی امام ابویوسف لگے رہے، لگے رہے۔

ایک دن امام ابوحنیفہ اور ابویوسف دونوں عصر کی نماز کے وقت سفر پر جارہے تھے، پانی نہیں تھا، اونٹ پر سوار تھے۔امام ابویوسف نے عرض کیا کہ حضرت عصر کی نماز!......فرمایا کہ ہاں بھائی عصر کے وقت کو میں دیکھ رہا ہوں کہ وقت جانے والا ہے، مگر دیکھو کہیں پانی مل جائے۔

لیکن کہیں پانی نہیں ملا، تو بالآخر سواری سے اُترے، تیمّم کیا، اور امام صاحب نے کہا کہ یوسف نماز پڑھاؤ، دو رکعت قصر نماز تھی۔

امام ابویوسف نے یہ دیکھ کر کہ سورج غروب ہونے والا ہے، وہ دو رکعت اس طریقے سے پڑھائی کہ اس میں فرض اور واجب ادا کیے، سنّتیں چھوڑ دیں، اور التحیات پڑھ کر سلام پھیر دیا۔

اس روز امام ابوحنیفہ نے کہا کہ:

اَلْیَوْمَ صَارَ یَعْقُوْبِیُ فَقِیْھًا میرا یوسف آج فقیہ ہوگیا ہے۔

تو آپ اندازہ لگائیں کہ کیسے استاد تھے، کیسے شاگرد تھے، اور کیسے انہوں نے فقیہہ بنایا، معمولی بات نہیں۔

(جاری ہے............)

علم کے مینار مفتی محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

سرگذشت عہدِ گل (قسط۳۰)

(سوانح حضرتِ اقدس مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم)

(۴۰)......درود وسلام کے فضائل واحکام

اس کتاب میں درود وسلام کے عظیم الشان فضائل وفوائد، درود وسلام کے خاص خاص مواقع ،اوران کی فضیلت واہمیت ، درود وسلام کے متعلق شرعی احکام ، درود وسلام کے متعلق مروجہ بدعات ومنکرات کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے آخر میں درود وسلام کے مسنون وماثور صیغے بھی جمع کر دیئے گئے ہیں۔

(۴۱)......مسنون درود وسلام (جیبی سائز)

اس مختصر مجموعہ میں حضور ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول دُرود اور سلام کے مسنون وماثور صیغے مستند حوالہ جات کے ساتھ جمع کئے گئے ہیں۔

(۴۲)......ایمان وعقائد اور بدعات ورسوم

عقائد کی حقیقت، عقائد کی دوقسمیں، ایمان واسلام اور کفر وارتداد کی حقیقت، اہلُ السنۃ والجماعۃ اور باطل فرقے، سنت وبدعت ،ایمانِ مجمل اور ایمانِ مفصّل ،بدعات ورسوم ،مختلف اعتقادی وعملی بدعات واختراعات، گناہوں کی فہرست، یہ سب امور کچھ اجمالاً کچھ تفصیلاً اس مجموعہ میں شامل ہیں۔

(۴۳)......مسائل واحکام

فقہی مسائل واحکام کا مختصر اور جامع مجموعہ، پاکی وناپاکی ،وضو،غسل،نماز، جنازہ، روزہ، زکاۃ،فطرانہ، قربانی،عقیقہ ، حج وعمرہ ،قسم ومنت، نکاح وطلاق،عدت ووصیت، حدود وقصاص، خرید وفروخت اور معاملات کے متعلق شرعی مسائل واحکام اس مجموعہ میں شامل ویکجا ہیں۔

(۴۴)......حُسنِ خلاق (یعنی باطن کی اصلاح ودرستگی)

باطن یعنی دل اور نفس کی اصلاح وتزکیہ سے متعلق اچھے اور برے اخلاق کا مختصر مجموعہ، اصلاح وتزکیۂ نفس

Idara Ghufran

کی فضیلت واہمیت، اخلاقِ حمیدہ اور اخلاقِ رذیلہ کی حقیقت وماہیت، قرآن وسنت کی روشنی میں اخلاقِ حمیدہ کی اہمیت اور اخلاقِ رذیلہ کی مذمت، اخلاقِ حمیدہ کے حصول اور اخلاقِ رذیلہ سے بچنے کے طریقے، جملہ مسلمانوں کے لئے ایک اہم موضوع پر مختصر اور جامع مجموعہ ہے۔

(۴۵)......حُسنِ معاشرت

اسلامی معاشرت اور طرزِ زندگی اور اسلامی طریقہ پر رہنے سہنے، ایک دوسرے سے ملنے جلنے اور تہذیب وشرافت والی زندگی گزارنے کے مختصر اور جامع آداب کا مجموعہ ہے۔

(۴۶)......مسنون دعائیں

احادیث کی روشنی میں دن رات، صبح وشام اور متفرق اوقات وحالات کی مسنون دعائیں، دلنشین فوائد وتشریحات کے ساتھ اس مجموعہ کی زینت ہیں۔

(۴۷)......پندرہ سورتیں

اعوذ باللہ، بسم اللہ اور سورۃ فاتحہ سمیت قرآن مجید کی آخری چودہ سورتوں کا عام فہم ترجمہ، اور تفسیر وتشریح، ان سورتوں کے فضائل وفوائد اور شانِ نزول پر بحث، عام مسلمان خواتین ومرد حضرات اور بچوں وبچیوں، کے لئے نماز اور زندگی کے دوسرے اوقات میں کارآمد، اور مفید مختصر تفسیری مجموعہ ہے۔

(نمبر ۴۲ تا ۴۷ تک کی کتب ضروریاتِ دین کورس میں شامل ہیں، جو ادارہ میں تعلیمِ بالغاں ''سمر کورس'' کے لئے گزشتہ سالوں میں شاملِ درس رہے ہیں)

مندرجہ ذیل کتب حضرت مفتی صاحب کی زیرِ نگرانی تیار ہوئیں:

(۱)......بالوں، ناخنوں اور مہندی وخضاب کے احکام (ترجمہ: **هدايةُ النور فيما يتعلق بالاظفار والشعور** ''مؤلف: مفتی محمد سعد اللہ لاہوری علیہ الرحمۃ ''۱۲۶۶ھ'') ترجمہ، تخریج وتعلیق: مفتی محمد امجد حسین **(۲)**......قرآنی تجویدی قاعدہ (اساتذہ ادارہ غفران) **(۳)**...... دائمی نقشہ نماز پنجگانہ مع اوقات سحر وافطار کمپیوٹرائزڈ (برائے راولپنڈی، اسلام آباد) **(۴)**......عظمت وخدمتِ والدین

یہ ان کتب ورسائل کا تعارف تھا، جو ایک یا زیادہ مرتبہ شائع ہو چکی ہیں، ان کے علاوہ کچھ کتب اس وقت زیرِ طبع ہیں، اور کچھ زیرِ تالیف وتصنیف ہیں۔ (جاری ہے......)

تذکرۂ اولیاء مفتی محمد امجد حسین

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان (قسط ۱۱)

(انتخاب از بالِ جبریل)

فقر کے ہیں معجزات تاج و سریر و سپاہ		فقر ہے میروں کا میر فقر ہے شاہوں کا شاہ
علم کا مقصود ہے پاکیٔ عقل و خرد		فقر کا مقصود ہے عفتِ قلب و نگاہ
علم فقیہ و حکیم، فقر مسیح و کلیم		علم ہے جویائے راہ فقر ہے دانائے راز
فقر مقامِ نظر، علم مقامِ خبر		فقر میں مستی ثواب، علم میں مستی گناہ
علم کا موجود اور فقر کا موجود اور		اشہد ان لا الٰہ، اشہد ان لا الٰہ
چڑھتی ہے جب فقر کی ساں پر تیغِ خودی		ایک سپاہی کی ضرب کرتی ہے کارِ سپاہ
دل اگر اس خاک میں زندہ و بیدار ہو		تیری نگہ توڑ دے آئینۂ مہر و ماہ ۱

۱ فقر، عقل وخرد، خودی، علم وعشق وغیرہ اقبال کی کثیر الاستعمال اصطلاحات واستعارات ہیں ہم اس مضمون کے شروع کے حصے میں ان اصطلاحات کی تشریح اور ان پر مفصل کلام کر چکے ہیں وہ ملاحظہ میں رہے تو اس نوع کا سارا کلام بے غبار حل ہوتا جائے گا۔ حاصل یہ کہ فقر وخودی وعشق سے مراد وہ مقام ومرتبہ ہے، ایمان ویقین کے نتیجے میں پیدا ہونے والی وہ باطنی کیفیت ہے، کیف ومستی اور ذوق وشوق کی وہ حالت ہے، روحانی طمانیت اور وارفتگی کا وہ عالم ہے کہ جس میں ہستی وذات، (یعنی بندہ مومن کی شخصیت) معرفتِ نفس کا مرحلہ سر کر کے معرفتِ رب کے مقام کی حامل ہو جاتی ہے، نفسانیت، مادیت اور سفلی خواہشات کے حجابات توڑ کر، ناسوت کے پردے چاک کر کے، لاہوت میں پرواز کے قابل ہو جاتی ہے۔ جہانِ رنگ وبو اور کون وفساد کی تنگنائیوں اور جکڑ بندیوں سے رہا ہو کر، روحانی کیف وسرور کو پا جاتی ہے اور باطنی تجربات سے گزرتی ہے ہر آن نئے نئے مقامات اور نئی نئی منزلوں کو سر کرتی ہے، اس مقام کا حامل ہو کر بندۂ مومن پھر دنیا میں تقدیر کا بندہ نہیں بلکہ خالق کا نمائندہ ہوتا ہے، قدوسی مخلوقات، جو کائنات کے تکوینی نظام پر مامور ہوتے ہیں ان سے ربطِ خفی رکھتا ہے، ان کا ہم دم وشریک کار رہتا ہے، وہ نفسِ مطمئنہ کا پیکر ہوتا ہے، صوفیاء کی اصطلاح میں سیر الی اللہ کے مرحلے سے گزر کر سیر فی اللہ کی منزل پر پہنچ چکا ہوتا ہے، بالفاظ دیگر مجاہدے کے مرحلے سر کر کے مقامِ مشاہدہ تک رسائی پا لیتا ہے، جو اس خاکدانِ ارضی پر، اس مادی وناسوتی عالم میں نبوت کے ماتحت انسانی عروج وبلند پروازی کے چوٹی کے مقامات ہیں۔

اس مقام کے حامل زندگی کے جس شعبے کو بھی اپنی ترکتازیوں کی جولانگاہ بناتے ہیں اسے تاریخ میں امر کر دیتے ہیں اور خود امر ہو جاتے ہیں بعد میں آنے والے پھر انہی کے متعین کردہ راستوں پر چل کر خدا پرستی کے مرحلے طے کرتے اور منزلِ جاناں تک رسائی پاتے ہیں۔

لوٹ آئے جتنے بھی فرزانے گئے منزل تک تو فقط دیوانے گئے
مستند رستے وہی مانے گئے جن سے ہو کے تیرے دیوانے گئے

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

تڑپ رہا ہے فلاطوں میانِ غیب و حضور		ازل سے اہل خرد کا مقام ہے اعراف
ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب		گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشاف ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اس کے برخلاف جو افراد جو اقوام معرفتِ نفس کی منزلیں طے کئے بغیر، معرفتِ رب کی دولت پائے بغیر، ہستی و پندار کے حجابات سے آزاد ہوئے بغیر، عالمِ ناسوت کے پردے چاک کئے بغیر، روحانیت کے لطیف رموز سے ذوقِ آگہی پائے بغیر شاہراہِ زندگی پر اترتے ہیں۔ محض عقل و خرد کی روشنی کو پوری روشنی سمجھ کر اس چراغ کو ہستی و ذات کی گھاٹیوں کو سر کرنے کے لئے چراغِ راہ بناتے ہیں، عالم ناسوت و جہانِ رنگ و بو کی مادی تسخیر کو ہی اول و آخر سب کچھ سمجھتے ہیں۔ وہ قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتے ہیں، واماندگی و درماندگی کا شکار ہوتے ہیں۔ شک و ارتیاب، حیرت و استعجاب، بے یقینی و بے اطمینانی ان کا مقدر ہوتی ہے جو مرتے دم تک ان کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ ؎

تھک تھک کے ہر مقام پر دو چار رہ گئے ‏ ‏ ‏ ‏ تیرا پتہ نہ پائیں تو ناچار کیا کریں؟

پہلا راستہ رومی و غزالی کا ہے، جنید و بایزید کا ہے، مجدد الف ثانی، عبدالقادر جیلانی، شہاب الدین سہروردی، بہاء الدین نقشبندی کا ہے، ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان و علی، ابوعبیدہ، سعد بن وقاص، عمرو ابن عاص، شمس الدین التمش، اورنگزیب عالمگیر کا ہے، ابوحنیفہ، امام مالک، شافعی، احمد بن حنبل کا ہے، بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی، ابوداؤد، ابنِ ماجہ کا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ دوسرا راستہ، سقراط و افلاطون، ارسطو، ابن سینا، فارابی، ابن رشد، محقق طوسی، نو افلاطونی حکماء، اخوان الصفاء، عقل کے پرستار مشرق و مغرب کے دانش وروں اور سائنٹسٹوں کا ہے۔ اٹھارہویں صدی کے بعد کے مادی و مشینی ارتقاء اور سائنسی ترقیات، انقلابات و اکتشافات کے جلو میں آنے والی دہریت و مادیت اور اس کے حاملین مغربی دہریوں کی دیکھا دیکھی بہت سے نئی روشنی کے چندھیائے مسلمان بھی، روحانی تجربات، ایمانیات اور غیبی حقائق سے آنکھیں بند کر کے، انہی مادی و عقلی علوم و تجربات پر ایمان لے آئے، زندگی کے سفر میں انہی چیزوں پر انحصار کر لیا، اہلِ مغرب تو ہدایت و ایمانیات سے محروم تھے اس لئے وہ مادیت و ناسوت میں الجھ گئے اور اسی کو اول و آخر سب کچھ سمجھ لیا لیکن مسلمانوں کا اپنے دین کو اپنی ہزار سالہ درخشاں ماضی کو فراموش کرنا، جس میں بڑا المیہ ہے۔ اس امت نے، دنیا کو عروج دیا، ترقی دی، تہذیب دی، جینے کے قرینے دیئے، وہم و تخیل سے نکال کر عالم کی تسخیر کا حوصلہ دیا (ورنہ اسلام سے پہلے کونسی قوم اس کا حوصلہ کر سکی ہے کہ ستاروں پر کمندیں ڈالے، پتھر سے جو ہر نچوڑے وہ تو اتنے تو ہم پرست تھے کہ پتھروں کی سختی سے ڈر کر ان کے آگے ماتھا ٹیکنے لگتے تھے۔ شجر و حجر کی معبودیت و مسجودیت کے قائل ہو گئے تھے) چونکہ یہ مادی دور عقل و خرد نامی بت کی پوجا کا دور ہے، مغرب کے لادین فلسفوں نے دنیا کو اس نئے بت کے آگے سربسجود کیا ہے، اور مسلمانوں کے نو تعلیم یافتہ و مغرب پرست طبقے بھی اسی فاسد و مادی عقل کے پجاری ہیں اس لئے اقبال نے اس عقل و مادیت پرستی کے مختلف مظاہر پر خوب ضربیں لگائی ہیں۔ اس کے مقابلے میں عشق، فقر، خودی، قلندری وغیرہ کے استعارات میں خدا پرستی کے طریقوں اور اسلام کے دیئے ہوئے تصوراتِ آفاق و انفس کو آشکارا کیا ہے۔

۱؎ وہی عقل و خرد کے رستے کی نارسائی کا بیان ہے۔ انبیاء اور ان کی شریعت غیبی حقائق اور روحانی مقامات تک انسان کی رسائی کراتی ہیں۔ انبیاء اور ان کی شریعتیں عقل کی بجائے دل و ضمیر کو اپیل کرتی ہیں۔ دل نفس کی قوتوں کا یرغمال نہیں ہوتا اس میں الٰہی تجلیات کو جذب کرنے اور اللہ کی معرفت سے روشن ہونے کی زیادہ صلاحیت ہوتی ہے لہٰذا جب قلب و دل انبیاء کے کہے پر بلا چوں و چراں بن دیکھے غیبی حقائق کو تسلیم کر لے، عقل کی لن ترانیوں اور موشگافیوں کو ایک طرف رکھ دے، غیبی حقائق پر یقین کرے جس کو ایمان کہتے ہیں اس ایمان کے مقتضیات پر چلنا شروع کر دے تو بہت جلد لاہوت کا رازداں ہو جاتا ہے، سب غیبی حقائق دل کی نگاہوں میں روشن ہو جاتے ہیں، ایسا یقین، ایسی بصیرت اور ایسا اطمینان حاصل ہو جاتا ہے کہ عقل و خرد کو اس کی ہوا بھی نہ لگی ہوگی۔ جو آدمی قلبی یقین کے اس راستے پر نہ آئے گا عقل و خرد ہی کو آفاق و انفس کے انکشاف کے سفر میں امام بنائے گا تو ہمیشہ شک و حیرت ہی میں رہے گا، اس راستے سے کبھی کوئی اطمینانِ کلی اور یقین کامل اور انکشافِ تام حاصل کر ہی نہیں پایا۔ افلاطون جو عقل پرستی یعنی فلاسفہ و فلسفہ کا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

یقیں مثلِ خلیل آتش نشینی	یقیں اللہ مستی، خود گزینی
سن اے تہذیبِ حاضر کے گرفتار	غلامی سے بتّر ہے بے یقینی ؎

نہ مومن نہ مومن کی امیری	رہا صوفی گئی روشن ضمیری

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

امام ہے وہ مقامِ حضور تک رسائی نہیں پا سکا، جو مشاہدہ وقربِ ذاتِ باری کا مقام ہے اسی طرح ہر عقل پرست اسی بے یقینی اور بُعد کے اعراف وحجاب میں ہی بھٹکتا رہتا ہے، معرفت کی بارگاہِ خاص تک یہ رسائی نہیں پا سکتے، اسی طرح قرآن مجید جو روحانی حقائق کا سب سے بڑا خزانہ اور معرفتِ ربانی کے سارے گُر بتانے والا ہے، اس سے بھی معرفت اور اللہ کا قرب اسی کو حاصل ہوتا ہے جو پورے دل، پوری جان سے اس کے آگے جھک پڑے، خشوع وخضوع، رجوع وانابت، سے اس کی آیات بیّنات کو پڑھے، اس کے احکام کے آگے سرِ تسلیم خم کرے۔ اور اگر محض علم ونالج، مطالعہ اور معلومات کے حصول کے لئے اس سے استفادہ کرے جیسے دوسری کتابوں سے کیا جاتا ہے۔ اور اس کے احکام میں محض عقلی گھوڑے دوڑائے تو پھر اس کتابِ ہدایت سے ہدایت نہ پا سکے گا، خواہ امام رازی وامام زمخشری جیسے بڑے بڑے عقلاء زمانہ مفسروں کے سارے مقالات اور علمی نکات بھی پڑھ ڈالے جو انہوں نے تفسیر قرآن کے ضمن میں قرآن سے اخذ کئے ہیں۔ یہی راز ہے کہ مستشرقین (اسلامی علوم کے مغربی ماہرین عیسائی فضلاء) قرآنی علوم اور اسلامی علوم میں انتہائی گہری مہارت اور علمی لیاقت رکھنے کے باوجود کافر کے کافر ہی رہے، قرآنی علوم کے سمندر میں ساری عمر غوطے لگانے کے باوجود کلمہ تک پڑھنے سے محروم رہے سچ ہے ''یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا''

؎ ایمان بندہ مومن کو اللہ کی ذات پر غیر معمولی یقین اور اللہ کے لئے جینے مرنے کا سچا جذبہ اور سچی تڑپ عطا کرتا ہے، حضرت ابراہیم خلیلُ اللہ کے پاس یہی یقین کی پونجی تھی اور تو کچھ نہیں تھا، اس یقین کے بل بوتے پر اپنی پوری بت پرست قوم سے الجھ گئے ان کے جھوٹے خداؤں کی خدائی کو بے آبرو اور بے نشان کر دیا، ہاں صدیوں سے پتھر کی یہ مورتیاں مندروں اور بت کدوں میں ٹھا کر بنی بیٹھی تھیں بے شمار انسانوں کی گردنیں اور ان کے عقل اور دل ودماغ اور ان کی ساری قوتیں ان بے حیثیت مورتیوں کی خدائی پر لٹو تھیں ابراہیم خلیل کے یقین نے صدیوں کی جھوٹی خدائی مٹی میں رُلا دی، نمرود کی جھوٹی خدائی جس کے سامنے کوئی اف نہیں کر سکتا تھا ابراہیم علیہ السلام نے رب کے نام پر اس طاغوتِ زمانہ کی طاغوتیت کو للکارا۔ ؎

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے — حکمراں ہے فقط وہی باقی بتانِ آذری

غرضیکہ ایک مردِ خدا کے یقینِ کامل فقر وخودی نے زمین کے جھوٹے خداؤں طاغوت صفت حکمرانوں کے جاہ وجلال اور کروفر کا جنازہ نکال دیا۔ وہ ابراہیم کا کیا بگاڑ سکے، بہت بڑا آگ کا الاؤ اس کے لئے روشن کیا ابراہیم بے خطر اس نارِ نمرود میں کود پڑے تو اس غیور ذات نے، سچے رب نے، اس آگ کو خلیل کے لئے گلِ گلزار بنا دیا۔ یہ عشق وفقر کے کرشمے ہیں۔ عقل وخرد یہ کرشمے نہیں دکھا سکتے، عقل وخرد تو حاضر وموجود میں جکڑے ہوئے ہیں، مادی طاقتوں کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ ؎

بے خطر کود پڑا نارِ نمرود میں عشق — عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

فرماتے ہیں کہ یہ یقین مومن کا اصل سرمایہ ہے اس کے ہوتے ہوئے مومن کو سب کچھ حاصل ہے اور اگر یہ یقین نہیں تو پھر کچھ بھی نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور امت کے ابتدائی طبقات کے پاس یہ یقین ہی تھا جس کے بل بوتے پر انہوں نے آدھی دنیا زیرِ نگیں کر لی۔ اور امت کو ایسا عروج ملا کہ ہزار بارہ سو سال تک اس یقین کے ثمرات سے پوری دنیا میں امت مستفید ہوتی رہی۔ آج ہمارے پاس یہ یقین ہی نہیں ہے تو دو سو سال سات سمندر پار سے آئے ہوئے چند ہزار فرنگیوں کی غلامی میں گزار دیئے ان سے آزاد ہوئے تو دنیا کے نقشے پر ہماری پچاس سے زائد سلطنتیں اور ریاستیں موجود ہیں، اور ہم خیر سے ایٹمی قوت بھی ہیں۔ لیکن ستاون سلطنتوں کے مالک، لاکھوں فوجوں کے مالک، ایٹمی قوت کے مالک ہو کر کافروں کے رحم وکرم پر جیتے ہیں، ان کے طور طریقوں پر فخر کرتے ہیں۔ یہودی سود خوروں کے سودی اداروں کو ٹیکس دیکر، سود دے کر اپنی معیشتیں قائم کرتے ہیں۔

خدا سے پھر وہی قلب ونظر مانگ		نہیں ممکن امیری بے فقیری ۱؎

خودی کی جلوتوں میں مصطفائی		خودی کی خلوتوں میں کبریائی
زمین و آسمان و کرسی و عرش		خودی کی زد میں ہے ساری خدائی ۲؎

جمالِ عشق و مستی نَے نوازی		جلالِ عشق و مستی بے نیازی
کمالِ عشق و مستی ظرفِ حیدر		زوالِ عشق و مستی حرفِ رازی ۳؎

ترے سینے میں دم ہے دل نہیں ہے		ترا دم گرمئ محفل نہیں ہے
گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور		چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے		مسلمانوں میں خوں باقی نہیں ہے
صفیں کج، دل پریشاں، سجدہ بے ذوق		کہ جذب اندروں باقی نہیں ہے

خودی کے زور سے دنیا پہ چھا جا		مقامِ رنگ و بو کا راز پا جا
برنگِ بحر ساحل آشنا رہ		کفِ ساحل سے دامن کھینچتا جا

خِرد سے راہرو روشن بصر ہے		خِرد کیا ہے؟ چراغِ رہگزر ہے
درونِ خانہ ہنگامے ہیں کیا کیا		چراغِ رہگزر کو کیا خبر ہے ۴؎

۱؎ صلاح الدین ایوبی امت مسلمہ کے نامور سپوت، صلیبی جنگوں کے عظیم ہیرو، جس نے بتِ مریم کے پجاریوں، عیسائی صلیبی درندوں کو ان کی اوقات یاد دلائیں اور مسجد اقصیٰ کو نوے سال بعد ان کے ہاتھوں سے بازیاب کرایا۔ جب فوت ہوئے تو ان کا کل اثاثہ ان کے وہ ہتھیار تھے جو ان کے ہاتھوں اسلام کے غلبہ کا باعث بنے اور باقی جمع پونجی اتنی بھی نہ تھی جو اس عظیم بادشاہ کے کفن دفن کے لئے کافی ہوتی، یہی کچھ حال، عمر بن عبدالعزیز، ناصرالدین محمود، اورنگزیب عالمگیر علیہم الرحمہ جیسے عظیم سلاطین کے فقر و درویشی کا بھی تھا کہ ان کی ذاتی معاش ان کی دست کاری، ان کے خون پسینے کی کمائی سے وابستہ تھی، خزانہ، صرف قوم پر خرچ ہوتا تھا۔

۲؎ مسلمان کی مجلسی واجتماعی زندگی مصطفائی کا نمونہ ہونا چاہئے، حضور ﷺ کے اسوہ وسیرت پر استوار ہونی چاہئے، اور مسلمان کی نجی وانفرادی زندگی، تنہائی کے اوقات، رات کی گھڑیاں، سحر کے لمحات، رب کی عبودیت، ذکر وتسبیح، استغفار ومناجات سے معمور ہونے چاہئیں، جو مومن اس شان سے جیتا ہو وہ فطرت کے رازوں کا ترجمان ہے، کائنات کا دولہا ہے، نظامِ عالم کا نگران ومحاسب ہے۔

۳؎ ظرف حیدر کردار کی بلندی وعظمت کا مقام ہے، حرفِ رازی چرب زبانی، چالاکی اور باتیں بنانے کا فن ہے، دورِ زوال میں کردار کی عظمت تو جاتی رہتی ہے، چرب زبانی اور قیل وقال رہ جاتا ہے۔ آج بھی مسلمانوں میں قیل وقال بہت ہے، بڑے بڑے دانش ور، تھنک ٹینک، صحافی، تجزیہ نگار اور شعلہ نوا خطیب ہیں لیکن عملاً مسلمان صفر ہیں اوپر سے نیچے تک بگاڑ وانحطاط ہے۔

۴؎ عقل وخرد کا درجہ متعین کرتے ہیں کہ یہ نہ منزل کا تعین کرسکتا ہے، نہ منزل کا پتہ ونشان دے سکتا ہے، نہ زندگی کا روٹ اور سفرِ حیات کا نقشہ متعین کرسکتا ہے۔ یہ ساری چیزیں قلبی قوتیں، روحانی قوتیں، انبیاء کی شریعت، وحی الٰہی کی روشنی میں طے کرتی ہیں۔ منزل کی تعین اور سفرِ حیات کی حدود وقیود طے ہوچکنے کے بعد جب اس سفر پر چلنا شروع کرو تو اس راہ پہ چلنے میں عقل کے چراغ سے کام لو، اس کی روشنی کو آلہ بینائی بناؤ۔ کہ نشیب وفراز اور اتار چڑھاؤ کی نشاندہی وآگہی ہوتی رہے۔

پیارے بچو!

ابوفرحان

جیسی کرنی ویسی بھرنی

پیارے بچو! ہم لوگ اس دنیا میں جو بھی عمل کرتے ہیں اس کا بدلہ دنیا اور آخرت میں ہمیں ملتا ہے۔اس لئے ہمیں ہر ایک کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرنی چاہئے......آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے بہترین آدمی وہ ہے جس سے لوگ بھلائی کے امیدوار ہوں اور آپ ﷺ نے کسی سے دغا،فریب کرنے ،بے جا ظلم کرنے سے منع فرمایا ہے۔

پیارے بچو! پہلے زمانے میں ایک بادشاہ تھا،وہ بہت ظالم تھا،اس کی رعایا اس کے ظلم سے پریشان تھی ،اس کے ظلم سے پناہ مانگتی تھی۔ایک دن وہ بادشاہ شکار پر گیا،جب شکار سے واپس آیا تو بالکل ہی بدلا ہوا تھا،بادشاہ نے سارے شہر میں ڈونڈی پٹوادی اور اعلان کروادیا کہ آج سے کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا، اور واقعی اس کے بعد کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوا،سب کے ساتھ انصاف ہونے لگا۔ملک میں خوشحالی آ گئی،اور ہر طرف ہریالی چھاگئی،پیداوار خوب ہونے لگی،مہنگائی ختم ہوگئی،ساری رعایا ہنسی خوشی رہنے لگی،بادشاہ کو دعائیں دینے لگی،ملک امن کا گہوارہ بن گیا۔سب حیران اور پریشان تھے کہ بادشاہ کو آخر کیا ہوا، یکا یک بادشاہ میں یہ تبدیلی کیسے آ گئی......؟

ایک دن ایک وزیر نے ہمت کر کے بادشاہ سے پوچھ ہی لیا کہ جہاں پناہ آپ نے رعایا کے ساتھ جو سلوک بدلا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟بادشاہ بولا کہ اے وزیر سبب اس کا یہ ہے کہ ایک دن میں شکار کے لئے محل سے نکلا،جنگل کی طرف گیا وہاں میں نے دیکھا کہ ایک کتا ایک لومڑی کے پیچھے بھاگ رہا ہے اور اس نے دوڑ کر لومڑی کی ٹانگ پکڑ لی اور دانتوں سے چبا ڈالی،لومڑی بیچاری لنگڑی ہوگئی،مگر اس کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک راہگیر نے پتھر اٹھایا اور اس کتے کو دے مارا،پتھر کتے کو اتنے زور سے لگا کہ اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی اور وہ بھی لنگڑا ہو گیا،تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ کسی طرف سے ایک گھوڑا دوڑتا ہوا آیا، اس نے راہگیر کو ایسی لات ماری کہ اس راہگیر کی ٹانگ ٹوٹ گئی اور وہ لنگڑا ہو گیا،وہ گھوڑا ابھی تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ ایک گہرے گڑھے میں جا گرا اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی،یہ سارا ماجرا دیکھ کر میں نے یہ جانا کہ جو جیسا کرے گا ویسا ہی بھرے گا،بس میں نے ظلم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے توبہ کر لی۔

پیارے بچو! ہمیں بھی کسی پر ظلم نہیں کرنا چاہئے چاہے وہ انسان ہو یا جانور کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے ہر عمل

Idara Ghufran

کی خبر ہے......اور ہمیں مرنے کے بعد اللہ کے پاس جانا ہے اس دنیا کی زندگی اگر ہم اللہ کے حکموں کے مطابق گذاریں گے تو اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہوگا اور ہمیں رہنے کے لئے جنت دیگا جنت میں ہر طرح کا آرام ہوگا طرح طرح کے مزے دار کھانے ......اچھا لباس اور سب طرح کی خوشیوں کے سامان ہوں گے......اور جو لوگ اللہ کے حکموں کے مطابق نہیں چلتے اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہوگا......دوزخ ان کا ٹھکانہ ہوگا دوزخ میں ہر طرح کی تکلیف ہوگی اور آگ میں جلنا ہوگا۔

آخرت کی فکر کرنی ہے ضرور		جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور
عمر یہ اِک دن گذرنی ہے ضرور		قبر میں میت اترنی ہے ضرور
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے		کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

(مراقبۂ موت، خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ)

بقیہ متعلقہ صفحہ ۶۳ ''علمِ دین حاصل کرنے کی ضرورت''

علمِ دین حاصل کرنے کی فضیلت

عَنْ أَبِی ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِی رَسُولُ اللَّهِ ﷺ یَا أَبَا ذَرٍّ لَأَنْ تَغْدُوَ فَتَعَلَّمَ آیَةً مِنْ کِتَابِ اللَّهِ خَیْرٌ لَکَ مِنْ أَنْ تُصَلِّیَ مِائَةَ رَکْعَةٍ وَلَأَنْ تَغْدُوَ فَتَعَلَّمَ بَابًا مِنَ الْعِلْمِ عُمِلَ بِهِ أَوْ لَمْ یُعْمَلْ خَیْرٌ لَکَ مِنْ أَنْ تُصَلِّیَ أَلْفَ رَکْعَةٍ (رواہ ابن ماجه)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر! اگر تو صبح کو جا کر ایک آیت کلام اللہ شریف کی سیکھ لے تو یہ نوافل کی رکعت سے افضل ہے اور اگر ایک باب علم کا سیکھ لے خواہ وہ اس وقت معمول بہ ہو یا نہ ہو تو یہ ہزار رکعت پڑھنے سے بہتر ہے (ابن ماجہ)

تشریح:......اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ سو رکعت نفل پڑھنے کی بہ نسبت قرآن پاک کی ایک آیت کریمہ سیکھ لینا زیادہ مفید ہے، اور ہزار رکعت نفل پڑھنے کی بہ نسبت علم کا ایک باب سیکھ لینا زیادہ افضل ہے نیز اس حدیث پاک سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بعض لوگ جو کہا کرتے ہیں کہ جب عمل نہ ہوسکا تو پوچھنے اور سیکھنے سے کیا فائدہ یہ غلطی ہے۔ دیکھو اس میں صاف فرمایا ہے کہ خواہ عمل ہو یا نہ ہو، دونوں حالتوں میں یہ فضیلت حاصل ہوگی۔ اس کی تین وجہ ہیں ایک تو یہ کہ جب دین کی بات معلوم ہوگئی تو گمراہی سے تو بچ گیا یہ بھی بڑی دولت ہے، دوسری وجہ یہ کہ جب دین کی بات معلوم ہوگی تو ان شاء اللہ تعالیٰ کبھی تو عمل کی بھی توفیق ہوجائے گی۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ کسی اور کو بھی بتلا دے گا۔ یہ بھی ضرورت اور ثواب کی بات ہے (حیات المسلمین ص۱۶و۱۷)

بزمِ خواتین مفتی ابو شعیب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

⌘ علمِ دین حاصل کرنے کی ضرورت

معزز خواتین! اپنی زندگی کے مقصد (یعنی احکامِ خداوندی پر عمل کرنے) کو حاصل کرنے کے لئے علمِ دین یعنی احکامِ خداوندی کا علم حاصل کرنا ہماری سب سے پہلی اور سب سے اہم ضرورت ہے۔

علمِ دین کی ضرورت کا احساس

اگر کسی خاتون کے دل میں اللہ تعالیٰ کے احکام معلوم کرنے کی طلب اور جذبہ موجود ہے، تو اسے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے، اس لئے کہ یہ طلب اور جذبہ اسے دین کے علم سے آراستہ کرتا رہے گا۔

یہ ایسے ہی ہے کہ جیسے کسی انسان کو پیاس محسوس ہو، کیونکہ جب پیاس محسوس کرے گا تو وہ پانی کو تلاش کرے گا، اسی طرح اگر کسی کو احکامِ خداوندی کے بارے میں تشنگی (پیاس) محسوس ہوگی، تب وہ ان احکام کا علم حاصل کرنے کا سوچے گا، اس لئے کسی کو یہ محسوس ہونا کہ وہ احکامِ خداوندی نہیں جانتا، اور یہ جاننا اس کی ضرورت ہے، تب وہ ان احکام کو جاننے کی کوشش کرے گا۔ اور اگر کسی کو یہ احساس نہیں کہ وہ احکامِ خداوندی سے ناواقف ہے، اور ان سے واقف ہونا اس کی ضرورت ہے، تو یہ دوہری مصیبت ہے، اس لئے اس کی فکر کرنا بھی ضروری ہے کہ ہمارے دل میں علمِ دین کی اہمیت پیدا ہو، اور ہمیں علمِ دین حاصل کرنے کی ضرورت محسوس ہونے لگے۔

اس فکر کے پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی مستند عالمِ دین کے وعظ وغیرہ کو سنا جائے، یا کسی وعظ و نصیحت والی کتاب کو مستقل طور پر مطالعے میں رکھا جائے، جس سے دل نرم ہو، اور آخرت کی فکر پیدا ہو۔

علمِ دین حاصل کرنے کی فرضیت

اس بات کا علم حاصل کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے اور کن کاموں کے کرنے سے منع فرمایا ہے ایک مسلمان کیلئے خواہ وہ مرد ہو یا عورت بہت ضروری ہے اسی علم کو علمِ دین کہا جاتا ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ (رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

Idara Ghufran

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان (مرد و عورت) پر فرض ہے۔ (بیہقی)

اسلام سراسر عمل کا نام ہے، ماں کی گود سے لے کر قبر کے گڑھے میں پہنچنے تک احکام ہی احکام ہیں، کسی بھی حکم پر عمل کرنا چونکہ بغیر علم کے نہیں ہوسکتا اس کے لئے احکام دین کا جاننا اور ان احکام پر عمل کرنے کے طریقے معلوم کرنا انسان کا اولین فریضہ ہے احکام خداوندی میں عقائد بھی ہیں اور عبادات بھی، حقوق اللہ بھی اور حقوق العباد بھی، اور ہر ایک کو ٹھیک طرح انجام دینے کے لئے صحیح علم کی ضرورت ہے، جب کسی نے اپنے کو مسلمان سمجھ لیا تو اس پر فرض ہوگیا کہ اسلامی تعلیم کے مطابق اپنے عقائد درست رکھے اور اس کی ذات سے متعلق جو احکام و اعمال ہیں ان کا علم حاصل کرے نماز، روزہ، ہر بالغ مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے ان کے مسئلے اور ادائیگی کے طریقے جاننا بھی لازم ہے، وضو، غسل اور پاک کرنے کا طریقہ، پاکی و ناپاکی کی پہچان اوقات نماز کی پہچان اور اتنا قرآن شریف صحیح طریقہ پر پڑھ سکنا جس سے نماز کا فرض قراءۃ ادا ہوجائے یہ چیزیں سب پر فرض ہیں اسی طرح بیوی پر شوہر کے حقوق پہچاننا اور شوہر پر بیوی کے حقوق جاننا، ماں باپ اولاد کے اور اولاد ماں باپ کے حقوق کا علم حاصل کرے، حسد، بغض، کینہ، تکبر، بخل وغیرہ جو نفس انسانی کو ناپاک کرنے والی چیزیں ہیں اور شرعاً حرام ہیں ان کے حرام ہونے کا علم ہونا اور ان سے بچنے کے طریقے جاننا بھی لازم ہے۔

اسی طرح صاحبِ نصاب پر زکوٰۃ فرض ہے اور زکوٰۃ کے متعلق مسائل کا علم بھی فرض ہے اسی طرح جو شخص مکہ معظّمہ تک آنے جانے کے خرچ کا مالک ہو اس پر حج کرنا بھی فرض ہے اور حج کے مسائل جاننا بھی فرض ہے، جو تجارت کرتا ہو اس پر تجارت کے مسائل کا علم اور جو حکمران ہے اس پر آئینِ شریعت کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہے، تاکہ تاجر بے خبری میں حلال کو حرام نہ کرلے اور حکمران یا قاضی (جج) ظلم کا فیصلہ نہ کردے

خلاصہ یہ ہے کہ ان ضروری روزمرہ کے فرائض کے علاوہ جن کا ہر مسلمان سے تعلق ہے ہر ہر شخص پر اس کے ماحول اور متعلقین کے حقوق اور پیشہ اور حرفت اور مشغلہ کے متعلق احکام شریعت جاننا بھی فرض ہے مرد و عورت، امیر و غریب، حاکم و محکوم، اس حکم میں برابر ہیں، پھر زندگی میں موقعہ بموقعہ جو حالات پیش آتے رہیں ان کے بارے میں علماء سے پوچھ پوچھ کر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ غرضیکہ عقائد اسلامیہ اور ضروریات دین کا علم حاصل کرنا عموماً اور ہر شخص کی ذات سے متعلقہ احکام و مسائل کا علم خصوصاً ہر شخص پر فرض ہے (فضائل علم ص ۱۵ تا ۱۷ بتغیر مؤلفہ حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی بلند شہری رحمہ اللہ)

﴿بقیہ صفحہ ٦١ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

آپ کے دینی مسائل کاحل ادارہ

مغرب کے انتہائی اور عشاء کے ابتدائی وقت کی تحقیق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بہت سے عوام اور بعض اہلِ علم حضرات میں مغرب کے انتہائی اور عشاء کے ابتدائی وقت کا مسئلہ زیرِ بحث رہتا ہے، اور اس سلسلہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے موقف کے بارے میں بھی چہ میگوئیاں سامنے آتی رہتی ہیں، اس لئے اس مسئلہ پر ایک تحقیقی اور عام فہم مضمون پیش کیا جاتا ہے۔

مغرب کا وقت بالاتفاق سورج غروب ہونے پر شروع ہو جاتا ہے۔

لیکن مغرب کا وقت ختم ہونے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

اس کو سمجھنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ سورج غروب ہونے کے بعد آسمان پر پہلے سرخی آتی ہے، جس کو عربی میں ''شفقِ احمر'' کہا جاتا ہے، پھر یہ سرخی غائب ہو جاتی ہے، جو ''شفقِ احمر کا غروب'' کہلاتا ہے، اس کے بعد سفیدی آتی ہے، جس کو عربی میں ''شفقِ ابیض'' کہا جاتا ہے، اور پھر یہ سفیدی غائب ہو جاتی ہے، جو ''شفقِ ابیض کا غروب'' کہلاتا ہے۔

اب اختلاف یہ پیدا ہوا کہ آیا شفقِ احمر کے غروب پر مغرب کا وقت ختم اور عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے، یا شفقِ ابیض کے غروب ہونے پر۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عشاء کے وقت کا آغاز

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک شفقِ ابیض کے غروب ہونے پر مغرب کا وقت ختم اور عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے، اور دیگر فقہاء کے نزدیک شفقِ احمر کے غروب پر مغرب کا وقت ختم اور عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

(ملاحظہ ہو: فتاویٰ قاضی خان، ج ۱ ص ۷۳، کتاب الصلاۃ، الحجۃ علی اھل المدینۃ، اختلاف اھل الکوفۃ واھل المدینۃ فی الصلوات والمواقیت، بدائع الصنائع، فصل شرائط ارکان الصلاۃ)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے موقف کے دلائل قوی ہونے کے علاوہ احتیاط پر بھی مبنی ہیں، کیونکہ شفقِ ابیض کے غروب سے پہلے عشاء کا وقت داخل ہونے میں اختلاف ہے، اور شفقِ ابیض کے غروب کے بعد

بالاتفاق عشاء کا وقت موجود ہے، اس لئے نماز کو ایسے وقت میں ادا کرنا چاہئے، جو یقینی وقت ہو، البتہ مغرب کی نماز شفقِ احمر کے غروب سے پہلے پہلے ادا کرلینی چاہئے، تاکہ عشاء کے ساتھ ساتھ مغرب بھی سب کے نزدیک اتفاقی وقت میں ادا ہوجائے۔

(ملاحظہ ہو:التصحیح والترجیح علی مختصر القدوری، للقطلوبغا ،ص ۱۵۵ تا ۱۵۷، کتاب الصلاۃ، مطبوعۃ:دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان)

بعض مشائخ سے منقول ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے آخری زمانے میں مغرب کا وقت شفقِ احمر کے غروب پرختم اور عشاء کا وقت شروع ہونے کے موقف کی طرف رجوع کرلیا تھا، اور آپ کا موقف بھی دوسرے فقہاء کے مطابق ہوگیا تھا، اور اس وجہ سے بعض حضرات نے اسی پرفتویٰ بھی دیا ہے۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے سابق موقف سے رجوع نہیں کیا تھا، اور آپ کا آخرتک یہی موقف رہا کہ مغرب کا وقت شفقِ ابیض کے غروب ہونے پرختم اور عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے۔ [1]

لیکن اگرکوئی معقول عذر ہوتو مغرب شفقِ ابیض کے غروب سے پہلے اور عشاء شفقِ احمر کے غروب کے بعد ادا کرنے کی بھی گنجائش ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے دلائل

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے موقف کے بارے میں عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس کے دلائل کمزور ہیں، جبکہ واقعہ اس طرح نہیں ہے، بلکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے دلائل انتہائی مضبوط ہیں۔

اس لئے اب ہم شفقِ ابیض پرعشاء کا وقت شروع ہونے پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے دلائل ذکرکرتے ہیں۔

(۱)......قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ (سورۃ الاسراء، آیت ۷۸)

---

[1] ملاحظہ ہو:فتح القدیر، باب المواقیت،البحرالرائق ج ۱ ص ۲۴٦ ،کتاب الصلاۃ،التصحیح والترجیح علی مختصر القدوری، للقطلوبغا ،ص ۱۵۵ تا ۱۵۷، کتاب الصلاۃ، مطبوعۃ:دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، مجمع الانہر، کتاب الصلاۃ)(حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، کتاب الصلاۃ،روح المعانی، سورۃ اسراء درذیل آیت نمبر ۷۹،منیۃ المصلی ج ۱ ص ۱۳۷)

رہا بعض حضرات کا حمرۃ پرعمل، تو وہ اسی فتویٰ کی بناء پر تھا، جو امام صاحب کے قول کی دلیل کے ضعف کے دعویٰ پر مبنی تھا، اور جب اس کا ضعف درست نہ ہوا، تو اس پرفتویٰ بھی درست نہ ہوا، لہٰذا بعض حضرات کا احمر پرتعامل کی بنیاد پرفتوے کا رجحان قابلِ تأمل ہے۔

ترجمہ: نماز کو قائم کیجئے،سورج ڈھلنے کے وقت سے رات کا اندھیرا ہونے تک،اور فجر کی نماز بھی قائم کیجئے (ترجمہ ختم)

اکثر مفسرین کے مطابق اس آیت میں اصولی انداز میں پانچوں نمازوں کا ذکر موجود ہے، چنانچہ سورج ڈھلنے سے لے کر رات کا اندھیرا ہونے تک چار نمازیں مراد ہیں،ظہر تا عشاء،اور فجر کی نماز کا بعد میں ذکر ہے،اور عشاء کی نماز کے وقت کو''غسق اللیل'' سے تعبیر کیا گیا ہے،اور غسق کے معنیٰ رات کی تاریکی اور اندھیرے وظلمت کے آتے ہیں۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ رات کی اصل تاریکی وظلمت شفقِ ابیض کے غروب پر ہی شروع ہوتی ہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ عشاء کا وقت شفقِ ابیض کے غروب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے۔

(۲)......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَإِنَّ أَوَّلَ وَقْتِ الْمَغْرِبِ حِينَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ وَإِنَّ آخِرَ وَقْتِهَا حِينَ يَغِيبُ الْأُفُقُ وَإِنَّ أَوَّلَ وَقْتِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ حِينَ يَغِيبُ الْأُفُقُ (ترمذی، حديث نمبر ۱۳۹، كتاب الصلاة، باب ما جاء فى مواقيت الصلاة عن النبى ﷺ،واللفظ لهٗ، مسند احمد حديث نمبر ۷۱۷۲، سنن دارقطنى ، حديث نمبر ۱۰۴۰ ، شرح معانى الآثار)

ترجمہ: اور مغرب کا اول وقت سورج غروب ہونے پر ہے،اور اس کا آخری وقت افق کے غائب ہونے کے وقت ہے،اور عشاء کا ابتدائی وقت افق کے غائب ہونے کے وقت ہے (ترجمہ ختم)

اس حدیث میں مغرب کا آخری اور عشاء کا ابتدائی وقت افق کے غائب ہونے کو بتلایا گیا ہے،اور افق کے غائب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ افق سے روشنی غائب ہوجائے،اور اس پر اندھیرا طاری ہوجائے،اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ صورتِ حال شفقِ ابیض کے غروب ہونے سے ہی ہوتی ہے،اس سے پہلے نہیں، کیونکہ اس سے پہلے افق پر روشنی موجود ہوتی ہے۔

(۳)......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

وَكَانُوا يُصَلُّونَ الْعَتَمَةَ ,فِيمَا بَيْنَ أَنْ يَغِيبَ غَسَقُ اللَّيْلِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ

الأول (مسند الشاميين حديث نمبر ٣٠٢٢، واللفظ له، شرح معانی الآثار، حديث نمبر ٩٤٦، كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة، مسند السراج)

ترجمہ: اور صحابۂ کرام عشاء کی نماز غسقِ لیل کے غائب ہونے سے لے کر رات کی اول تہائی تک پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور غسقِ لیل کے بارے میں پہلے گزر چکا ہے کہ یہ شفقِ ابیض کے غروب کے بعد کا وقت ہے۔

(۴)......اور بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

وَكَانُوا يُصَلُّونَ الْعَتَمَةَ فِيمَا بَيْنَ أَنْ يَغِيبَ الشَّفَقُ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ

(بخاری، حديث نمبر ٨١٧، كتاب الاذان)

ترجمہ: اور صحابۂ کرام عشاء کی نماز شفق غائب ہونے سے لے کر رات کی اول تہائی تک پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اس حدیث میں شفق کے غائب ہونے کا ذکر ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ شفقِ احمر کے بعد جب تک افق پر شفقِ ابیض موجود ہو، اُس وقت تک شفق کا غائب ہونا قرار نہیں دیا جائے گا، جس سے معلوم ہوا کہ عشاء کا وقت شفقِ ابیض کے غروب پر شروع ہوتا ہے، بالخصوص جبکہ دوسری احادیث وآثار سے عشاء کا وقت شفقِ ابیض کے غروب پر شروع ہونے کی تائید بھی ہوتی ہو، اور شفقِ احمر کی تائید کسی بھی صحیح مرفوع حدیث سے نہیں ہوتی۔

نیز احمر دراصل ابیض میں تحلیل اور اس سے تبدیل ہوجاتی ہے، حقیقت میں اس طرح غائب یا غروب نہیں ہوتی، جس طرح کہ ابیض غائب اور غروب ہوتی ہے، اس لئے بھی ابیض کا مراد لینا راجح ہے۔

(۵)......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں حضرت جبریل امین کے نماز کے اوقات کی تعلیم دینے کے واقعہ میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ حِينَ ذَهَبَ شَفَقُ اللَّيْلِ (نسائی، حديث نمبر ٥٠١، باب آخر وقت الظهر)

ترجمہ: پھر حضرت جبریل امین نے عشاء کی نماز اس وقت پڑھی، جب رات کی شفق چلی گئی (ترجمہ ختم)

رات کی شفق کے الفاظ دراصل صبح کی شفق کو خارج کرنے کے لئے ہیں، کیونکہ صبح کی شفق شرعاً دن میں داخل ہے، اور وہ صبح صادق کی روشنی ہے، لہٰذا اس حدیث میں رات کی شفق سے مراد ابیض ہوگی، کہ جس طرح دن کا آغاز شفقِ ابیض سے ہوتا ہے، اسی طرح رات کو شفق کا چلا جانا بھی اسی ابیض کے چلے جانے پر صادق آئے گا۔

اور مغرب کا وقت دراصل فجر کے وقت کی طرح ہے کہ فجر کا وقت سورج طلوع ہونے سے پہلے آسمان پر مشرق میں اس کی سفید روشنی پیدا ہونے سے شروع ہوتا ہے، اور سورج کے طلوع تک جاری رہتا ہے، اور سورج طلوع ہونے پر ختم ہوجاتا ہے۔

اسی طرح مغرب کا وقت سورج غروب ہونے پر شروع ہوتا ہے، لہٰذا اس کے جاری رہنے اور ختم ہونے کا وقت بھی فجر کا وقت شروع ہونے کے بعد کی طرح ہونا چاہیے، اور وہ مغرب میں سورج غروب ہونے کے بعد اس کی سفید روشنی کے ختم ہونے کا وقت ہے۔

(۲)......حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے حضرت جبریلِ امین کے حضور ﷺ کو دو مرتبہ اوقاتِ نماز کی تعلیم دینے کے لئے امامت کرنے کے واقعہ میں مذکور ہے:

ثُمَّ مَكَثَ حَتّٰى إِذَا ذَهَبَ الشَّفَقُ جَاءَهُ فَقَالَ قُمْ فَصَلِّ الْعِشَاءَ فَقَامَ فَصَلَّاهَا ثُمَّ جَاءَهُ حِينَ سَطَعَ الْفَجْرُ فِي الصُّبْحِ فَقَالَ قُمْ يَا مُحَمَّدُ فَصَلِّ فَقَامَ فَصَلّٰى الصُّبْحَ ثُمَّ جَاءَهُ مِنَ الْغَدِ حِينَ كَانَ فَيْءُ الرَّجُلِ مِثْلَهُ فَقَالَ قُمْ يَا مُحَمَّدُ فَصَلِّ فَصَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ جَاءَهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام حِينَ كَانَ فَيْءُ الرَّجُلِ مِثْلَيْهِ فَقَالَ قُمْ يَا مُحَمَّدُ فَصَلِّ فَصَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ جَاءَهُ لِلْمَغْرِبِ حِينَ غَابَتِ الشَّمْسُ وَقْتًا وَاحِدًا لَمْ يَزَلْ عَنْهُ فَقَالَ قُمْ فَصَلِّ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ جَاءَهُ لِلْعِشَاءِ حِينَ ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ فَقَالَ قُمْ فَصَلِّ فَصَلَّى الْعِشَاءَ ثُمَّ جَاءَهُ لِلصُّبْحِ حِينَ أَسْفَرَ جِدًّا فَقَالَ قُمْ فَصَلِّ فَصَلَّى الصُّبْحَ فَقَالَ مَا بَيْنَ هٰذَيْنِ وَقْتٌ كُلُّهُ(نسائی، حدیث نمبر ۵۲۵، باب اول وقت العشاء، واللفظ لہٗ، سنن دارقطنی، باب امامة جبریل ،صحیح ابنِ حبان، باب مواقیت الصلاۃ، مستدرک حاکم حدیث نمبر ۶۶۳، ج ۱ ص ۱۹۶)

Idara Ghufran

ترجمہ: پھر حضرت جبریل امین رکے رہے، یہاں تک کہ شفق چلی گئی (زائل ہوگئی) تو تشریف لائے اور فرمایا کہ اٹھئے اور عشاء کی نماز پڑھئے، تو کھڑے ہوئے اور عشاء کی نماز پڑھی، پھر صبح کو فجر کے طلوع ہونے کے وقت تشریف لائے، اور فرمایا کہ اے محمد کھڑے ہوئیے، اور نماز پڑھئے، تو کھڑے ہوئے اور فجر کی نماز پڑھی، پھر اگلے دن حضرت جبریل امین اس وقت تشریف لائے، جبکہ آدمی کا سایہ اس کے برابر ہوگیا تھا، اور فرمایا کہ اے محمد کھڑے ہوئیے، اور نماز پڑھئے، پھر ظہر کی نماز پڑھی، پھر حضرت جبریل امین اس وقت تشریف لائے، جب آدمی کا سایہ اس کے دو مثل ہو گیا تھا، اور فرمایا کہ اے محمد کھڑے ہوئیے، اور نماز پڑھئے، تو آپ نے عصر کی نماز پڑھی، پھر حضرت جبریل امین مغرب کے لئے عین سورج غروب ہونے کے وقت تشریف لائے، اور اس سے آگے پیچھے نہیں ہوئے، اور فرمایا کہ کھڑے ہوئیے، اور نماز پڑھئے، تو آپ نے مغرب کی نماز پڑھی، پھر حضرت جبریل عشاء کے لئے رات کا ابتدائی تہائی حصہ گزرنے کے وقت تشریف لائے، اور فرمایا کہ کھڑے ہوجایئے، اور نماز پڑھئے، پھر آپ نے عشاء کی نماز پڑھی، پھر فجر کی نماز کے لئے اس وقت تشریف لائے، جب بہت زیادہ اسفار ہوگیا تھا (یعنی روشنی بہت زیادہ ہوگئی تھی) اور فرمایا کہ کھڑے ہوئیے اور نماز پڑھئے، پھر آپ نے فجر کی نماز پڑھی، اس کے بعد حضرت جبریل امین نے فرمایا کہ ان دونوں کے درمیان سارا نماز کا وقت ہے (ترجمہ ختم)

اس حدیث میں پہلے دن کے عشاء کی نماز شفق کے چلے جانے پر پڑھنے کا ذکر ہے، اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ جب تک شفقِ ابیض موجود ہے، اس وقت تک شفق کا چلا جانا قرار نہیں دیا جائے گا، بلکہ شفقِ ابیض کے غروب پر ہی شفق کا چلا جانا قرار دیا جائے گا۔

جس سے معلوم ہوا کہ عشاء کا وقت شفقِ ابیض کے غروب پر شروع ہوتا ہے۔

(۷)......اور مسند احمد کی روایت میں عشاء کی نماز کے لئے ''ذہب الشفق'' کے بجائے یہ الفاظ ہیں:

ثُمَّ جَاءَ هُ الْعِشَاءَ، فَقَالَ :قُمْ فَصَلِّهْ، فَصَلَّى حِينَ غَابَ الشَّفَقُ (مسند احمد حدیث نمبر ۱۴۵۳۸)

ترجمہ: پھر حضرت جبریل امین عشاء کی نماز کے لئے تشریف لائے، اور فرمایا کہ کھڑے

Idara Ghufran

ہوئے اور عشاء کی نماز پڑھئے ،تو حضور ﷺ نے اس وقت نماز پڑھی، جب شفق غائب ہوگئی (ترجمہ ختم)

(۸)......اورنسائی میں یہ الفاظ ہیں:

وَالْعِشَاءَ حِينَ غَابَ الشَّفَقُ (سنن نسائی،حدیث نمبر ۵۰۳، باب اول وقت العصر)

ترجمہ: اور حضرت جبریل نے عشاء کی نماز شفق غائب ہونے کے وقت پڑھی (ترجمہ ختم)

ان روایات میں عشاء کی نماز شفق غائب ہونے کے بعد پڑھنے کا ذکر ہے۔

اور جس طرح فجر کا وقت شروع ہونے کے لیے قرآن وحدیث میں فجر یا صبح کے طلوع ہونے کے الفاظ آئے ہیں، جس سے سب کے نزدیک سورج کی سفید روشنی کا ظاہر ہونا ہے، جس کو صبح صادق کہا جاتا ہے، اسی طرح عشاء کی نماز میں شفق کے غائب یا غروب ہونے سے بھی سورج کی سفید روشنی کا غائب ہونا مراد ہونا چاہیے۔

(۹)......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

وَصَلَّى الْعِشَاءَ حِينَ غَابَ الشَّفَقُ ، وَصَلَّى الْفَجْرَ حِينَ طَلَعَ الْفَجْرُ، ثُمَّ جَاءَهُ الْغَدُ، فَصَلَّى الظُّهْرَ وَفَيْءُ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلُهُ، وَصَلَّى الْعَصْرَ وَالظِّلُّ قَامَتَانِ ، وَصَلَّى الْمَغْرِبَ حِينَ غَابَتِ الشَّمْسُ، وَصَلَّى الْعِشَاءَ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ، وَصَلَّى الصُّبْحَ حِينَ كَادَتِ الشَّمْسُ تَطْلُعُ، ثُمَّ قَالَ :الصَّلَاةُ فِيمَا بَيْنَ هٰذَيْنِ الْوَقْتَيْنِ (مسند احمد حدیث نمبر ۱۱۲۴۹، واللفظ لهٗ، المعجم الكبير للطبرانی حديث نمبر ۵۵۰۳)

ترجمہ: اور عشاء کی نماز اس وقت پڑھی، جب شفق غائب ہوگئی، اور فجر کی نماز سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھی، پھر اگلے دن حضرت جبریل امین تشریف لائے، اور ظہر اس وقت پڑھی، جب ہر چیز کا سایہ اس کے ایک مثل تھا، اور عصر کی نماز اس وقت پڑھی، جب سایہ دو مثل تھا، اور مغرب کی نماز سورج غروب ہونے کے بعد پڑھی، اور عشاء کی نماز رات کی اول تہائی رات تک پڑھی، اور فجر کی نماز اس وقت پڑھی، جب سورج بالکل طلوع ہونے کے قریب تھا، اور پھر حضرت جبریل امین نے فرمایا کہ ان دونوں وقتوں کے درمیان نمازوں کا وقت ہے (ترجمہ ختم)

اس روایت میں بھی شفق کے غائب ہونے کے بعد عشاء کی نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔

(۱۰)......اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے امامتِ جبریل کے واقعہ میں مروی ہے کہ:

وَصَلَّى بِيَ الْعِشَاءَ حِينَ غَابَ الشَّفَقُ (ابوداؤد حدیث نمبر ۳۹۳، کتاب الصلاۃ، باب فی المواقیت، واللفظ لہٗ، سنن ترمذی، حدیث نمبر ۱۳۸، ابواب الصلاۃ، مسند احمد حدیث نمبر ۳۰۸۱، مصنف ابنِ ابی شیبۃ، حدیث نمبر ۳۲۳۹)

ترجمہ: اور مجھے حضرت جبریل نے عشاء کی نماز اس وقت پڑھائی، جب شفق غائب ہوگئی (ترجمہ ختم)

(۱۱)......اور حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

وَيُصَلِّي الْمَغْرِبَ حِينَ تَسْقُطُ الشَّمْسُ وَيُصَلِّي الْعِشَاءَ حِينَ يَسْوَدُّ الْأُفُقُ (ابوداؤد حدیث نمبر ۳۹۴، کتاب الصلاۃ، باب فی المواقیت، واللفظ لہٗ، سنن دارقطنی حدیث نمبر ۱۰۰۰، صحیح ابنِ حبان حدیث نمبر ۲۹۸)

ترجمہ: اور رسول اللہ ﷺ مغرب کی نماز سورج غروب ہونے کے بعد پڑھتے، اور عشاء کی نماز افق پر اندھیرا ہونے کے بعد پڑھتے (ترجمہ ختم)

(۱۲)......اور حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں:

وَيُصَلِّي الْعِشَاءَ إِذَا اسْوَدَّ الْأُفُقُ (المعجم الکبیر ۱۴۱۳۵، واللفظ لہٗ، المعجم الاوسط للطبرانی، حدیث نمبر ۸۶۹۴، الآحاد والمثانی حدیث نمبر ۱۷۵۵)

ترجمہ: اور رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز افق پر اندھیرا ہونے کے بعد پڑھتے (ترجمہ ختم)

ان روایات میں عشاء کی نماز افق پر اندھیرا ہونے کے بعد پڑھنے کا ذکر ہے، اور افق پر اندھیرا شفقِ ابیض کے غروب کے بعد ہی ہوتا ہے، شفقِ ابیض کے موجود ہوتے وقت اُفق پر اندھیرا نہیں ہوتا، بلکہ روشنی ہوتی ہے۔ [۱]

---

[۱] ملحوظ رہے کہ اس روایت کے آخر میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ فجر کی نماز اسفار میں پڑھنے کے بعد پھر اسفار میں نماز نہیں پڑھی، تو اس کا جواب امامتِ جبریل کی دیگر روایات سے واضح ہے، کہ ایک مرتبہ نماز کا انتہائی وقت بتلانے کی غرض سے بالکل آخری وقت میں پڑھی تھی، لیکن اس کے بعد پھر بالکل آخری وقت میں فجر کی نماز نہیں پڑھی۔

(ملاحظہ ہو: التجرید للقدوری، ج ۱ ص ۴۳۹، کتاب الصلاۃ، مطبوعۃ: مکتبہ محمودیۃ، قندھار، افغانستان)

(۱۳)......اور حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ:

أن النبی ﷺ کان یصلی العشاء حین یسود الأفق ، وربما أخرها حتی یجتمع الناس (مصنف ابنِ ابی شیبة حدیث نمبر ۳۳۵۶، کتاب الصلاۃ)

ترجمہ: نبی ﷺ عشاء کی نماز افق پر اندھیرا ہونے کے بعد پڑھتے تھے، اور بعض اوقات عشاء کی نماز لوگوں کے جمع ہونے تک مؤخر کیا کرتے تھے(ترجمہ ختم)

اس حدیث میں بھی رسول اللہ ﷺ کے عشاء کی نماز اُفق پر اندھیرا ہونے پر پڑھنے کا ذکر ہے، اور افق پر اندھیرا شفقِ ابیض کے غروب ہونے کے بعد ہی ہوتا ہے۔

(۱۴)......اور ابنِ لبیبہ سے روایت ہے کہ:

قال لی أبو هريرة :صل العشاء إذا ذهب الشفق وادلام الليل ما بينک وبين ثلث الليل ، وما عجلت بعد ذهاب بياض الأفق فهو أفضل (مصنف ابنِ ابی شیبة حدیث نمبر۳۳۵۷، باب فِی الْعِشَاءِ الآخِرَةِ تُعَجَّلُ أَوْ تُؤَخَّرُ،وباب مَنْ قَالَ الشَّفَقُ هُوَ الْبَيَاضُ ، واللفظ لہٗ،مصنف عبدالرزاق، حدیث نمبر ۲۰۴۰، کتاب الصلاۃ، باب المواقیت)

ترجمہ: مجھے حضرت ابوہریرہ نے فرمایا کہ عشاء کی نماز اس وقت پڑھیں، جب شفق چلی جائے، اور رات طاری ہوجائے، اس وقت سے لے کر رات کے ثلث کے درمیان، اور افق کی سفیدی چلے جانے کے بعد جتنی جلدی عشاء کی نماز پڑھیں، اتنا افضل ہے(ترجمہ ختم)

اور شفق چلی جانے کے بعد رات طاری ہونا اسی وقت کہلاتا ہے، جبکہ شفقِ ابیض غروب ہوجائے۔

(۱۵)......اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

فَأَقَامَ الْعِشَاءَ عِنْدَ سُقُوطِ الشَّفَقِ (مصنف ابنِ ابی شیبة، حدیث نمبر ۳۲۴۰، باب فی جمیع مَوَاقِيتِ الصَّلاَةِ، سنن دارقطنی، حدیث نمبر ۱۰۴۸)

ترجمہ: پھر رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز شفق ساقط ہونے کے وقت پڑھی(ترجمہ ختم)

اور پہلے گزر چکا ہے کہ شفق کا ساقط ہونا اس وقت کہلاتا ہے، جب شفقِ ابیض غروب ہوجائے۔

(۱۶)......حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد منقول

ہے:

وَوَقْتُ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ مَا لَمْ يَغْرُبِ الشَّفَقُ (مسند احمد حدیث نمبر ٦٩٦٦)

ترجمہ: اور مغرب کا وقت سورج غروب ہونے سے لے کر شفق کے غروب ہونے تک ہے (ترجمہ ختم)

اور شفق غروب ہونے کی تحقیق پہلے گزر چکی ہے۔

(۱۷)......اور مسلم کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

فَإِذَا صَلَّيْتُمُ الْمَغْرِبَ فَإِنَّهُ وَقْتٌ إِلٰى أَنْ يَسْقُطَ الشَّفَقُ (مسلم حديث نمبر ١٤١٦، باب اوقات الصلوات)

ترجمہ: پس جب تم مغرب کی نماز پڑھ لو، تو اس کا وقت شفق کے ساقط ہونے تک ہے (ترجمہ ختم)

(۱۸)......اور صحیح مسلم ہی کی ایک حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

وَوَقْتُ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ مَا لَمْ يَسْقُطِ الشَّفَقُ (مسلم حديث نمبر ١٤٢٠، باب اوقات الصلوات)

ترجمہ: اور مغرب کا وقت سورج غروب ہونے سے لے کر شفق کے ساقط ہونے تک ہے (ترجمہ ختم)

ساقط ہونے سے مراد ختم ہو جانا اور چلے جانا ہے، اور ظاہر ہے کہ شفق کے ساقط اور ختم ہو جانے سے مراد یہی ہے کہ شفق باقی نہ رہے، اور جب تک شفقِ ابیض موجود ہے، اس وقت تک شفق کا ساقط اور ختم ہو جانا قرار نہیں دیا جا سکتا، جس سے معلوم ہوا کہ مغرب کا وقت شفقِ ابیض کے غائب ہونے تک باقی رہتا ہے، اور عشاء کا وقت اس کے بعد ہی شروع ہوتا ہے۔

(۱۹)......اور مسند احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

وَوَقْتُ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ مَا لَمْ يَسْقُطْ نُورُ الشَّفَقِ (مسند احمد حديث نمبر ٦٤٩٣، مصنف ابنِ ابی شيبة، باب فی جميع مواقيت الصلاة، مستخرج ابو عوانة حديث نمبر ٨٥٣)

ترجمہ: اور مغرب کا وقت اس وقت تک ہے، جب تک شفق کی روشنی ساقط نہ ہوجائے(ترجمہ ختم)

اس روایت میں نور کے الفاظ ہیں، جس سے مراد روشنی ہے، اور شفق کی روشنی ساقط ہونے کا مطلب یہی ہے کہ شفقِ ابیض غروب ہوجائے، کیونکہ جب تک شفقِ ابیض کی روشنی موجود ہے، اس وقت تک شفق کے نور کا ساقط ہونا قرار نہیں دیا جائے گا۔

(۲۰)......اور ابوداؤد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

وَوَقْتُ الْمَغْرِبِ مَا لَمْ يَسْقُطْ فَوْرُ الشَّفَقِ(ابو داؤد حديث نمبر ۳۳۵)

ترجمہ: اور مغرب کا وقت اس وقت تک ہے، جب تک شفق کا جوش ساقط نہ ہوجائے(ترجمہ ختم)

لغت میں فور کے معنیٰ جوش مارنے اور ابلنے کے آتے ہیں، شفق کے افق سے اوپر ہونے کو فور سے تعبیر کیا گیا ہے، اور یہ حالت شفقِ ابیض پر زیادہ صادق آتی ہے، کیونکہ افق سے شفقِ ابیض کی حالت ایسی ہی نمایاں ہوتی ہے، جیسا کہ افق سے وہ ابل رہی ہو(ملاحظہ ہو: المحیط فی اللغۃ، باب الراء والفاء)

(۲۱)......اور نسائی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

وَوَقْتُ الْمَغْرِبِ مَا لَمْ يَسْقُطْ ثَوْرُ الشَّفَقِ(نسائی حديث نمبر ۵۱۹)

ترجمہ: اور مغرب کا وقت اس وقت تک ہے، جب تک شفق کا انتشار ساقط نہ ہوجائے(ترجمہ ختم)

ثور کے معنیٰ انتشار اور ظاہر ہونے اور ہیجان کے آتے ہیں، اور یہ بات ظاہر ہے کہ شفقِ ابیض درحقیقت افق پر منتشر اور ظاہر ہوتی ہے، جیسا کہ اس کے مقابلہ میں صبح صادق کی روشنی منتشر ہوتی ہے، اور مطلب یہ ہے کہ مغرب کا وقت شفقِ ابیض کے غروب ہونے تک جاری رہتا ہے(عمدۃ القاری، کتاب الاذان، باب صلاۃ اللیل)

پس غیوبِ افق کے الفاظ ہوں، یا ذہابِ افق، یا اسوادِ افق کے، یا غیوبِ شفق وافق کے، یا پھر سقوطِ شفق کے، یا سقوطِ نورِ شفق یا فورِ شفق یا ثورِ شفق کے، ان میں سے کوئی بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مدعا کے خلاف نہیں، بلکہ سب موافق اور شفقِ ابیض کے غروب کے مؤید ہیں، برخلاف شفقِ احمر کے قائلین کے، کہ انہیں کبھی کسی روایت کی تاویل یا ترجیح کی ضرورت پیش آتی ہے، تو کبھی کسی روایت کی۔

(۲۲)......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ

وَيُصَلِّي الْعَصْرَ بَيْنَ صَلاتَيْكُمْ هَاتَيْنِ وَيُصَلِّي الْمَغْرِبَ إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَيُصَلِّي الْعِشَاءَ إِذَا غَابَ الشَّفَقُ ثُمَّ قَالَ عَلَى إِثْرِهِ وَيُصَلِّي الصُّبْحَ إِلَى أَنْ يَنْفَسِحَ الْبَصَرُ (سنن نسائی، حدیث نمبر ۵۵۱، باب آخِرُ وَقْتِ الصُّبحِ ، واللفظ لہٗ،السنن الکبریٰ للنسائی ، حدیث نمبر ۱۵۳۲ ،باب الاسفار بالصبح)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ ظہر کی نماز سورج کے زوال کے بعد پڑھا کرتے تھے،اور عصر کی نماز تمہاری ان دونوں نمازوں (یعنی ظہر اور مغرب) کے درمیان پڑھا کرتے تھے،اور مغرب کی نماز سورج غروب ہونے کے بعد پڑھا کرتے تھے،اور عشاء کی نماز شفق کے غائب ہونے کے بعد پڑھا کرتے تھے، پھر اس کے بعد آرام فرمایا کرتے تھے،اور صبح کی نماز اس وقت پڑھا کرتے تھے،جس وقت آنکھیں (دور کی چیز کو) دیکھنے کے قابل ہوجاتی تھیں (ترجمہ ختم)

شفق غائب ہونے کی تحقیق پہلے گزر چکی ہے۔

(۲۳)......حضرت ابی صدقہ یعنی توبۃ انصاری فرماتے ہیں:

سَأَلْتُ أَنَسًا عَنْ صَلاةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ " :كَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ، وَالْعَصْرَ بَيْنَ صَلاتَيْكُمْ هَاتَيْنِ، وَالْمَغْرِبَ إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، وَالْعِشَاءَ إِذَا غَابَ الشَّفَقُ ، وَالصُّبْحَ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ إِلَى أَنْ يَنْفَسِحَ الْبَصَرُ "(مسند احمد، حدیث نمبر ۱۲۳۱۱، واللفظ لہٗ، مسند ابی یعلیٰ الموصلی حدیث نمبر ۲۲۳۸)

ترجمہ: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی نماز کے (اوقات کے) متعلق سوال کیا،تو حضرت انس نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ظہر کی نماز سورج کے زوال کے بعد پڑھا کرتے تھے،اور عصر کی نماز تمہاری ان دونوں نمازوں (یعنی ظہر اور مغرب) کے درمیان پڑھا کرتے تھے،اور مغرب کی نماز سورج غروب ہونے کے بعد پڑھا کرتے تھے، اور عشاء کی نماز شفق کے غائب ہونے کے بعد پڑھا کرتے تھے،اور صبح کی نماز طلوعِ فجر کے بعد اس وقت پڑھا کرتے تھے، جب آنکھیں (دور کی چیز کو) دیکھنے کے قابل ہوجاتی تھیں (ترجمہ ختم)

(۲۴)......مسند ابوداؤد طیالسی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

والمغرب حين تغيب الشمس ، والعشاء حين يغيب الشفق (مسند الطيالسی، حديث نمبر ۲۲۳۸)

ترجمہ: اور رسول اللہ ﷺ مغرب کی نماز سورج غروب ہونے کے بعد پڑھا کرتے تھے، اور عشاء کی نماز شفق کے غائب ہونے کے بعد پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

(۲۵)......حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

فَأَقَامَ الْعِشَاءَ حِينَ غَابَ الشَّفَقُ (مسلم حديث نمبر ۱۴۲۲، باب اوقات الصلوات)

ترجمہ: پھر رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز شفق غائب ہونے کے وقت پڑھی (ترجمہ ختم)

ان سب روایات میں عشاء کی نماز شفق کے غائب ہونے کے بعد پڑھنے کا ذکر ہے، کسی بھی روایت میں شفق کے غائب ہونے سے پہلے پڑھنے کا ذکر نہیں۔

اور جب تک شفقِ ابیض باقی ہے، اس وقت تک شفق غائب ہونے کا اطلاق درست نہیں بنتا، جس سے معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز کا وقت شفقِ ابیض کے غروب پر شروع ہوتا ہے۔

(۲۶)......جہینہ قبیلہ کے ایک شخص سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَتٰى أُصَلِّى الْعِشَاءَ؟ قَالَ :إِذَا مَلَأَ اللَّيْلُ بَطْنَ كُلِّ وَادٍ. (مصنف ابنِ ابی شيبة، حديث نمبر ۳۳۶۷،مسند احمد حديث نمبر ۲۳۰۹۵)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ میں عشاء کی نماز کب پڑھوں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب رات ہر وادی کے پیٹ کو بھر دے (اندھیرا زمین کے اونچ نیچ پر چھا کر برابر کر دے) (ترجمہ ختم)

(۲۷)......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

سئل رسول الله صلى الله عليه و سلم عن وقت العشاء قال إذا ملأالليل بطن كل واد (المعجم الاوسط للطبرانی، حديث نمبر ۳۹۶۳)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ سے عشاء کی نماز کے وقت کے بارے میں سوال کیا گیا، تو رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا کہ جب رات ہر وادی کے پیٹ کو بھر دے(ترجمہ ختم)

رات کے ہر وادی کے پیٹ کو بھرنے کا مطلب یہ ہے کہ رات کا اندھیرا ہر وادی میں پوری طرح چھا جائے۔اور یہ کیفیت شفقِ ابیض کے غروب ہونے کے بعد پیدا ہوتی ہے،لہٰذا ان روایات سے بھی معلوم ہوا کہ عشاء کا وقت شفقِ ابیض کے غروب پر شروع ہوتا ہے۔

(۲۸)......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

صَلاۃُ الْمَغْرِبِ وِتْرُ النَّهَارِ فَأَوْتِرُوا صَلاۃَ اللَّيْلِ (مسند احمد حدیث نمبر ۴۸۴۷،و حدیث نمبر ۴۹۹۲ واللفظ لهٗ، مصنف ابنِ ابی شیبة باب من قال وتر النهار المغرب ،مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر ۴۶۷۶)

ترجمہ: مغرب کی نماز دن کے وتر ہیں،تم رات کی نماز کو وتر بناؤ(ترجمہ ختم)

اس حدیث میں مغرب کی نماز کو دن کے وتر قرار دیا گیا ہے،جس سے معلوم ہوا کہ مغرب کی نماز ایسے وقت میں ادا کی جاتی ہے، جب دن کے آثار موجود ہوتے ہیں،اور شفق دن کے آثار میں سے ہے،شفقِ احمر، سورج کے غروب کے بعد دن کا پہلا اثر ہے،اور شفقِ ابیض دوسرا اور آخری اثر ہے۔

اور آگے آتا ہے کہ شفق دن کا اثر ہے،اور عشاء کی نماز کا وقت دن کا اثر ختم ہونے کے بعد ہے۔

(۲۹)......چنانچہ ابنِ خزیمہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی لمبی حدیث میں روایت کرتے ہیں کہ:

ثم أذن بلال العشاء حين ذهب بياض النهار وأمره النبي صلى الله عليه وسلم فأقام الصلاة فصلى ، وقال في الليلة الثانية :ثم أذن بلال العشاء حين ذهب بياض النهار فأخرها النبي صلى الله عليه وسلم الخ (صحيح ابنِ خزيمة، حدیث نمبر ۳۵۴، كتاب الصلاة، باب كراهة تسمية صلاة العشاء عتمة)

ترجمہ: پھر حضرت بلال نے عشاء کی اذان دی، جبکہ بیاضِ نہار(دن کی روشنی)چلی گئی اور حضرت بلال کو نبی ﷺ نے نماز کی اقامت کا حکم دیا،اور پھر نماز پڑھائی،اور پھر دوسری رات میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عشاء کی اذان دی، جبکہ بیاضِ نہار(دن کی روشنی)چلی گئی ،پھر نبی ﷺ نے نماز کو مؤخر کیا،(ترجمہ ختم)

(۳۰)......امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی لمبی حدیث میں یہ الفاظ

روایت کئے ہیں:

ثم أذن بلال العشاء حين ذهب بياض النهار ، وهو الشفق، فأمره رسول الله صلى الله عليه وسلم فأقام الصلاة فصلى ، (ثم أذن بلال الفجر حين طلع الفجر فأمره رسول الله صلى الله عليه وسلم فأقام الصلاة فصلى) ، ثم أذن بلال في اليوم الثاني الظهر حين دلكت الشمس فأمره النبي صلى الله عليه وسلم فأقام الصلاة حين ظننا أن ظل الرجل قد صار مثله ، ثم أذن بلال العصر فأخر النبي صلى الله عليه وسلم حين ظننا أن ظل الرجل قد كان مثليه ، ثم أمره فأقام الصلاة فصلى ، ثم أذن بلال للمغرب فأخر الصلاة حين كان يذهب بياض النهار ، وهو أول الشفق ، ثم أمره فأقام الصلاة فصلى ، ثم أذن بلال العشاء حين ذهب بياض النهار ، وهو الشفق (مسند الشاميين للطبراني ،حديث نمبر ۸۸۰)

ترجمہ: پھر حضرت بلال نے عشاء کی اذان دی، جبکہ بیاضِ نہار چلی گئی ،اور بیاضِ نہار شفق ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال کو نماز کی اقامت کا حکم دیا،اور پھر نماز پڑھائی، پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فجر طلوع ہونے کے بعد اذان دی،اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو نماز کی اقامت کا حکم فرمایا، پھر آپ نے فجر کی نماز پڑھائیں، پھر دوسرے دن حضرت بلال نے ظہر کی اذان سورج کے زوال کے بعد دی،تو نبی ﷺ نے ان کو نماز کی اقامت کا اس وقت حکم فرمایا کہ ہمارا گمان یہ ہے کہ آدمی کا سایہ اس کے ایک مثل ہوگیا تھا، پھر حضرت بلال نے عصر کی اذان دی،تو نبی ﷺ نے عصر کی نماز میں اتنی تاخیر کی، کہ ہمارا گمان یہ ہے کہ آدمی کا سایہ دو مثل ہوگیا تھا، پھر حضرت بلال کو نماز کی اقامت کا حکم فرمایا،تو عصر کی نماز پڑھی، پھر حضرت بلال نے مغرب کی اذان دی تو نبی ﷺ نے مغرب کی نماز کو اتنا مؤخر کیا کہ اس وقت بیاضِ نہار ختم ہورہی تھی،اور وہ اولِ شفق ہے، پھر حضرت بلال کو نماز کی اقامت کا حکم فرمایا،اور آپ نے نماز پڑھائی، پھر حضرت بلال نے عشاء کی اذان اس وقت دی، جبکہ بیاضِ نہار (دن کی روشنی) چلی گئی،اور وہ شفق ہے (ترجمہ ختم)

(۳۱)......معجم اوسط طبرانی کی روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:

ثم أذن للمغرب حين غربت الشمس فأخرها رسول الله صلى الله عليه و سلم حتى كاد يغيب بياض النهار وهو أول الشفق فيما يرى ثم أمره رسول الله صلى الله عليه و سلم فأقام الصلاة فصلى ثم أذن للعشاء حين غاب الشفق (المعجم الاوسط للطبرانی حدیث نمبر ۶۷۸۷)

ترجمہ: پھر حضرت بلال نے سورج غروب ہونے کے بعد مغرب کی اذان دی تو رسول اللہ ﷺ نے مغرب کی نماز کو اتنا مؤخر کیا کہ بیاضِ نہار غروب ہونے کے قریب تھی، اور وہ اولِ شفق ہے، پھر حضرت بلال کو نماز کی اقامت کا حکم فرمایا، اور آپ نے نماز پڑھائی، پھر حضرت بلال نے عشاء کی اذان اس وقت دی، جبکہ شفق غائب ہوگئی (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ شفق دن کی باقی ماندہ روشنی ہے۔

(۳۲)......حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم وقت صلاة العشاء ، قال : من حيث الشفق فإنه بقية بياض النهار إلى نصف الليل (اخبارِ اصبہان لابی نعیم حدیث نمبر ۱۶۴۱ ۴۰)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ سے عشاء کی نماز کے وقت کے بارے میں سوال کیا گیا، تو آپ نے فرمایا کہ شفق کے غائب ہونے سے (شروع ہوتا) ہے، کیونکہ شفق دن کی روشنی کا باقی حصہ ہے، اور (عشاء کا وقت) نصف رات تک جاری رہتا ہے (ترجمہ ختم)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ عشاء کا وقت شفق کے غائب ہونے پر شروع ہوتا ہے، کیونکہ شفق دن کی روشنی کا باقی حصہ یا اثر ہے، اور اس اثر میں مغرب کی نماز ادا کی جاتی ہے۔ لہٰذا مغرب کا وقت شفق ابیض غائب ہونے سے پہلے تک رہتا ہے، اور عشاء کا وقت شفقِ ابیض غائب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے۔

(۳۳)......حضرت نافع بن جبیر فرماتے ہیں کہ:

كَتَبَ عُمَرُ إِلٰى أَبِي مُوسَى :أَنْ صَلِّ الظُّهْرَ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ ، وَصَلِّ الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ بَيْضَاءُ حَيَّةٌ ، وَصَلِّ الْمَغْرِبَ إِذَا اخْتَلَطَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ، وَصَلِّ

الْعِشَاءَ أَيَّ اللَّيْلِ شِئْتَ ، وَصَلِّ الْفَجْرَ إِذَا نَوَّرَ النُّورُ (مصنف ابن ابی شیبة، حدیث نمبر ۳۲۵۰، کتاب الصلاة، باب فی جمیع مواقیت الصلاة)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف یہ لکھ کر بھیجا کہ آپ ظہر کی نماز سورج کے زوال کے بعد پڑھیں، اور عصر کی نماز اس وقت پڑھیں، جبکہ سورج روشن اور زندہ ہو (یعنی اس کی روشنی ماند نہ پڑ گئی ہو) اور مغرب اس وقت پڑھیں، جب دن اور رات مل جائیں (یعنی سورج غروب ہو جائے، مگر رات کا مکمل اندھیرا نہ ہو) اور عشاء رات میں جس وقت چاہیں پڑھیں، اور فجر اس وقت پڑھیں، جب روشنی پھیل جائے (ترجمہ ختم)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ مغرب کا وقت رات اور دن کے اجتماع پر ہوتا ہے، اور رات اور دن کا اجتماع اس وقت ہوتا ہے، جبکہ دن چلا جائے، مگر اس کا اثر باقی ہو، اور دن کا اثر شفق ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔ لہٰذا جب شفق کا وقت، نمازِ مغرب کا وقت ہوا، تو عشاء کا وقت اس کے بعد ہے۔

(۳۴)......حضرت نافع رحمہ اللہ، حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے ایک واقعہ میں روایت کرتے ہیں کہ:

فَخَرَجَ مُسْرِعًا وَمَعَهُ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ يُسَايِرُهُ وَغَابَتِ الشَّمْسُ فَلَمْ يُصَلِّ الصَّلَاةَ وَكَانَ عَهْدِي بِهِ وَهُوَ يُحَافِظُ عَلَى الصَّلَاةِ فَلَمَّا أَبْطَأَ قُلْتُ الصَّلَاةَ يَرْحَمُكَ اللَّهُ فَالْتَفَتَ إِلَيَّ وَمَضَى حَتَّى إِذَا كَانَ فِي آخِرِ الشَّفَقِ نَزَلَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ أَقَامَ الْعِشَاءَ وَقَدْ تَوَارَى الشَّفَقُ فَصَلَّى بِنَا ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا عَجِلَ بِهِ السَّيْرُ صَنَعَ هَكَذَا (نسائی، حدیث نمبر ۵۹۴، باب الوقت الذی یجمع فیه المسافر بین المغرب والعشاء)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ جلدی میں (سفر پر) نکلے، اور آپ کے ساتھ قریش کا ایک شخص تھا، جو آپ کو راستے کی راہنمائی کر رہا تھا، اور سورج غروب ہو چکا تھا، تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے مغرب کی نماز نہیں پڑھی، اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں میرا یقین تھا کہ وہ نماز کی حفاظت کرتے ہیں (اس لئے نماز کو قضا نہیں کریں گے) پس جب سواری کی رفتار ہلکی ہوئی، تو میں نے کہا اللہ آپ پر رحم کرے، مغرب کی نماز کا وقت

ہو چکا ہے، تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ نے میری طرف دیکھا، اور چلتے رہے، یہاں تک کہ جب شفق غروب ہونے کا آخری وقت ہوگیا، تو آپ سواری سے اترے، پھر مغرب کی نماز پڑھی، پھر آپ عشاء کی نماز کے لئے کھڑے ہوئے، اوراس وقت شفق غائب ہوچکی تھی، پھر آپ نے ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی، پھر ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کو جب سفر میں جلدی ہوتی تھی، تو اسی طرح عمل کیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

(۳۵)......اورایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

وَسَارَ حَتّٰى كَادَ الشَّفَقُ أَنْ يَغِيبَ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰى وَغَابَ الشَّفَقُ فَصَلَّى الْعِشَاءَ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا فَقَالَ هَكَذَا كُنَّا نَصْنَعُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ (نسائی حدیث نمبر ۵۹۵، باب الوقت الذی یجمع فیه المسافر بین المغرب والعشاء)

ترجمہ: اورحضرت عبداللہ بن عمر چلتے رہے، یہاں تک کہ شفق غروب ہونے کے قریب ہوگئی، پھر آپ سواری سے اترے، اور مغرب کی نماز پڑھی، اورشفق غائب ہوگئی، پھر آپ نے عشاء کی نماز پڑھی، پھر ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اسی طرح کیا کرتے تھے، جب آپ کو سفر میں جلدی ہوتی تھی (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اور آپ ﷺ کی اتباع میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سفر میں مغرب کی نماز شفق غائب ہونے سے پہلے، اورعشاء کی نماز شفق غائب ہونے کے بعد پڑھتے تھے، اورگذشتہ دلائل کے پیشِ نظر اس شفق سے مراد ابیض ہی ہے۔

(۳۶)......حضرت جعفر بن برقان فرماتے ہیں کہ:

كَتَبَ إِلَيْنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ صَلُّوا الْمَغْرِبَ حِينَ أَفْطَرَ الصَّائِمُ ، ثُمَّ ذَكَرَ لِي ، أَنَّ أُنَاسًا يُعَجِّلُونَ صَلاةَ الْعِشَاءِ قَبْلَ أَنْ يَذْهَبَ بَيَاضُ الأُفُقِ مِنَ الْمَغْرِبِ فَلاَ تُصَلِّيهَا حَتَّى يَذْهَبَ بَيَاضُ الأُفُقِ مِنَ الْمَغْرِبِ وَيَغْشَاهُ ظُلْمَةُ اللَّيْلِ وَمَا عَجَّلْتَ بَعْدَ ذَهَابِ بَيَاضِ الأُفُقِ مِنَ الْمَغْرِبِ ، فَإِنَّهُ أَحْسَنُ وَأَصْوَبُ وَاعْلَمْ ، أَنَّ مِنْ تَمَامِهَا وَإِصَابَةِ وَقْتِهَا مَا ذَكَرْتُ لَكَ فِي كِتَابِي هَذَا مِنْ ذَهَابِ بَيَاضِ

الْأُفُقِ ، فَإِنَّهُ بَقِيَّةٌ مِنْ بَقِيَّةِ النَّهَارِ (مصنف ابن ابی شیبة باب مَنْ قَالَ الشَّفَقُ هُوَ الْبَيَاضُ)

ترجمہ: ہماری طرف حضرت عمر بن عبدالعزیز نے (اپنے زمانۂ خلافت میں فرمان) لکھا کہ تم مغرب کی نماز اس وقت پڑھو، جب روزہ دار افطار کرلیں، پھر مجھے فرمایا کہ لوگ عشاء کی نماز مغرب سے افق کی سفیدی ختم ہونے سے پہلے ہی جلدی پڑھ لیتے ہیں، تو آپ عشاء کی نماز اس وقت تک نہ پڑھیں، جب تک مغرب سے افق کی سفیدی ختم نہ ہوجائے، اور اس پر رات کی ظلمت نہ چھا جائے، اور مغرب سے افق کی سفیدی ختم ہونے کے بعد جتنی جلدی آپ عشاء کی نماز پڑھیں گے، تو وہ زیادہ اچھا اور درست ہوگا، اور یہ بات جان لیجئے کہ عشاء کی نماز کی تکمیل اور اس کا درست وقت وہی ہے، جو آپ کے لئے میں نے اس خط میں ذکر کیا ہے، یعنی افق کی سفیدی کا چلے جانا، کیونکہ افق کی سفیدی دن کا باقی ماندہ ایک اثر ہے (ترجمہ ختم)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز کا وقت شفقِ ابیض کے ختم ہونے سے پہلے داخل نہیں ہوتا، کیونکہ شفقِ ابیض دن کا باقی ماندہ اثر ہے۔

(۳۷)......امام ابنِ منذر اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ:

عن ابن عباس ، قال :الشفق : البياض (الأوسط لابن المنذر ،حديث نمبر ۹۳۲ ، كتاب المواقيت)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شفق بیاض ہوتی ہے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ شفق سے مراد شفقِ ابیض ہے۔

(۳۸)......حضرت عکرمہ فرماتے ہیں:

الشَّفَقُ مَا بَقِيَ مِنَ النَّهَارِ (مصنف ابن ابی شيبة، حديث نمبر ۸۹۰۰، كتاب الصلاة، باب مَنْ قَالَ الشَّفَقُ هُوَ الْبَيَاضُ)

ترجمہ: شفق دن کا باقی ماندہ اثر ہے (ترجمہ ختم)

(۳۹)......حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ:

الشَّفَقُ النَّهَارُ (مصنف ابن ابی شيبة، حديث نمبر ۸۸۹۶، كتاب الصلاة، باب مَنْ قَالَ الشَّفَقُ هُوَ الْبَيَاضُ)

Idara Ghufran

ترجمہ: شفق دن ہے (ترجمہ ختم)

شفق کے دن ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ دن کا باقی ماندہ اثر ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

(۴۰)......حضرت ضمرہ بن ربیعہ فرماتے ہیں کہ:

قلت یا ابا عمرو ای شیئ الشفق ؟ قال بقیة بیاض النھار (الجرح والتعدیل لابنِ ابی حاتم، ج ا ص ۲۱۷، باب ما ذکر من تواضع الاوزاعی)

ترجمہ: میں نے امام اوزاعی سے کہا کہ اے ابوعمرو شفق کیا چیز ہے؟ تو امام اوزاعی نے فرمایا کہ وہ دن کی روشنی کی باقی ماندہ سفیدی ہے (ترجمہ ختم)

(۴۱)......اور امام ابنِ منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وکان الأوزاعی یقول فی صلاۃ العشاء :لا إلا أن یغیب الشفق وذھاب بقیة بیاض الأفق (الاوسط لابن المنذر، تحت حدیث رقم ۹۳۳)

ترجمہ: امام اوزاعی عشاء کی نماز کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ وہ اس وقت تک جائز نہیں، جب تک شفق غائب ہوجائے، اور افق کی سفیدی کا باقی ماندہ اثر چلا جائے (ترجمہ ختم)

ان روایات وآثار اور عبارات سے معلوم ہوا کہ شفق دن کا اثر ہے، عام اس سے کہ وہ احمر ہو یا ابیض، اور دن کا یہ اثر مغرب کا وقت ہے، اور عشاء کی نماز، رات کی نماز ہے، لہٰذا اس کا وقت دن کا اثر ختم ہونے کے بعد ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ عشاء کی نماز دراصل کامل رات کی نماز ہے، اور جب تک آسمان پر شفقِ ابیض موجود ہو، تو وہ دن کا اثر ہے، اس کے غروب پر ہی دن کا مکمل اثر ختم ہوتا ہے، اور کامل رات اور مکمل اندھیرے کا آغاز ہوتا ہے۔ لہٰذا شفقِ ابیض کے غروب ہونے سے پہلے عشاء کا وقت شروع نہ ہوگا، اور اس سے پہلے پہلے مغرب کا وقت ہوگا۔ اگر شفقِ احمر مغرب کا وقت ہو، اور شفقِ ابیض عشاء کا وقت ہو، تو دونوں نمازوں کا ایک ہی وقت (یعنی شفق کے موجود ہوتے ہوئے) ہونا لازم آتا ہے، جبکہ ہر نماز کے وقت کا دوسری نماز کے وقت سے جدا ہونا ضروری ہے۔

اور نمازوں کے اوقات کے بارے میں اصول وقاعدہ یہ ہے کہ ہر نماز کا وقت سورج کی مخصوص حالت کی تبدیلی سے وجود میں آتا اور ختم ہوتا ہے۔

اس اصول وقاعدہ کے پیشِ نظر جس طرح سورج طلوع ہونے سے پہلے آسمان پر سورج کی سفید اور سرخ دونوں روشنیاں ایک نماز یعنی فجر کا وقت ہیں، اور سفیدی وسرخی کی تبدیلی سے فجر کی نماز کے وقت میں تبدیلی نہیں آتی، اسی طرح سورج غروب ہونے کے بعد بھی آسمان پر سورج کی سرخ اور سفید دونوں روشنیاں ایک نماز یعنی مغرب کا وقت ہوں گی، اور اس سلسلہ میں دونوں نمازوں (یعنی فجر ومغرب) کے اوقات کا معاملہ عکساً برابر ہوگا۔

نیز نمازوں کے اوقات کا تعلق سورج کے ساتھ قائم اور وابستہ ہے، کچھ نمازوں کے اوقات کا تعلق سورج کی موجودگی کے ساتھ قائم اور وابستہ ہے، اور کچھ نمازوں کے اوقات کا تعلق سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے کے بعد آسمان پر سورج کے اثر کی موجودگی کے ساتھ قائم اور وابستہ ہے، اور کچھ نمازوں کے اوقات کا تعلق سورج اور اس کے اثر دونوں کی غیر موجودگی کے ساتھ قائم اور وابستہ ہے، اور اس طرح دن رات کی کل نمازیں دن رات کے ان مذکورہ تینوں قسم کے وقتوں پر تقسیم ہوکر دن رات کا گویا کہ وظیفہ ہیں، چنانچہ وتروں سمیت چھ نمازوں میں سے دو نمازیں تو سورج کے آسمان پر اثر موجود ہونے کے وقت میں ادا کی جاتی ہیں، یعنی وہ اس وقت کا وظیفہ ہیں، ان میں سے ایک تو فجر کی نماز ہے، جو سورج کے طلوع ہونے سے پہلے آسمان پر اس کا اثر موجود ہونے کے وقت ادا کی جاتی ہے۔ اور دوسری مغرب کی نماز ہے، جو سورج کے غروب ہونے کے بعد آسمان پر اس کا اثر موجود ہونے کے وقت ادا کی جاتی ہے۔ اور دو نمازیں سورج کی موجودگی میں ادا کی جاتی ہیں، یعنی وہ اس وقت کا وظیفہ ہیں، ان میں سے ایک ظہر کی نماز ہے، اور دوسری عصر کی نماز ہے۔

تو اب ضروری ہوا کہ دو نمازیں اس باقی ماندہ تیسرے وقت کے متعلق ہوں، جبکہ نہ تو سورج موجود ہو، اور نہ اس کا آسمان پر کوئی اثر موجود ہو، یعنی وہ دو نمازیں اس وقت کا وظیفہ ہوں۔

اور وہ دو نمازیں، عشاء اور وتر ہیں، اور سورج طلوع ہونے سے پہلے جب تک آسمان پر سورج کی سفید روشنی شروع نہ ہوجائے، اس وقت تک سورج کا اثر شروع نہیں ہوتا، اسی طرح سورج غروب ہونے کے بعد جب تک سفید روشنی باقی ہو، اس وقت تک سورج کا اثر باقی سمجھا جائے گا، اور اس کے اختتام کا حکم اس سفید روشنی کے غائب ہونے کے بعد ہی لگے گا۔

اور اگر سفید روشنی ''شفقِ ابیض'' کے غروب ہونے سے پہلے اگر عشاء اور وتر کی نماز ادا کر لی جائے گی، تو وہ اپنے صحیح وقت پر ادا نہ ہوں گی۔

شفق کی لغوی تحقیق

عام طور سے یہ بات مشہور ہے کہ لغوی اعتبار سے شفق کا اطلاق احمر پر آتا ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ احادیث میں مذکور شفق سے احمر مراد لی جائے نہ کہ ابیض۔

لیکن اولاً تو قرآن وحدیث کے دلائل سے جب یہ بات واضح ہوچکی کہ شریعت کی نظر میں مغرب کے وقت کی انتہاء اور عشاء کے وقت کی ابتداء میں شفقِ احمر کے بجائے شفقِ ابیض پر ہوتی ہے، تو اس کے بعد اصحابِ لغت کے کوئی اور معنیٰ مراد لینے سے اس پر کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ کسی چیز کے شرعی ولغوی معنیٰ میں فرق ممکن ہے۔

دوسرے اگر لغوی اعتبار سے بنظرِ غائر جائزہ لیا جائے، تو شفق سے ابیض مراد ہونا ہی راجح ہے۔

کیونکہ اولاً تو متعدد اصحابِ لغت نے شفق کی دو قسمیں بیان کی ہیں، ایک احمر اور دوسری ابیض، اور یہ دونوں شفق کی قسمیں ہیں، لہٰذا شفق کا اطلاق جس طرح احمر پر ہوتا ہے، اسی طرح ابیض پر بھی ہوتا ہے، اور کسی ایک کو ترجیح دینے کے لئے کسی دلیل اور قرینے کی ضرورت ہے، اور شریعت کے دلائل اور قرائن سے ابیض کے مراد ہونے کو ترجیح حاصل ہے، لہٰذا شفقِ ابیض کو ہی مراد لیا جائے گا۔

اس کے علاوہ بہت سے علمائے لغت نے شفق کو دن کا اثر قرار دیا ہے، اور بعض نے شفق کی تعریف دن کی روشنی کے ساتھ رات کا اندھیرا ملنے سے کی ہے، اور یہ ہم پہلے باحوالہ ذکر کرچکے ہیں کہ جس طرح شفقِ احمر دن کا اثر ہے، اسی طرح شفقِ ابیض بھی دن کا اثر ہے، ایک پہلا اثر ہے، اور دوسرا آخری اثر ہے، نیز یہ بات بھی کسی دلیل کی محتاج نہیں کہ جس طرح شفقِ احمر کے وقت دن کی روشنی اور رات کے اندھیرے کا اختلاط ہوتا ہے، اسی طرح شفقِ ابیض کے وقت بھی دن کی روشنی اور رات کے اندھیرے کا اختلاط ہوتا ہے۔

(ملاحظہ ہو: عمدۃ القاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب وقت المغرب، النھایۃ فی غریب الاثر، باب الشین مع الفاء، تاج العروس، مادۃ شفق، حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، کتاب الصلاۃ)

لہٰذا شفق؛ احمر وابیض دونوں کا مجموعہ مغرب کی نماز کا وقت ہے، لیکن عشاء کی نماز کا وقت نہیں، بلکہ اس کا وقت خالص اور کامل رات کا وقت ہے، جو شفقِ ابیض کے غروب سے شروع ہوتا ہے۔

اور لغت میں شفق کے ایک معنیٰ رقیق اور نرم چیز یا کسی چیز کے آخری حصے کے آتے ہیں، اور یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ شفقِ ابیض غروب کے وقت نہایت رقیق اور مدھم ہوتی ہے، اور شفقِ ابیض ہی شفق کا آخری حصہ ہوتی ہے، جس کی جدید تحقیقات سے بھی تائید ہوتی ہے۔

(ملاحظہ ہو: التجرید للقدوری، ج ۱ ص ۳۹۶، کتاب الصلاۃ، مطبوعۃ: مکتبہ محمودیۃ، قندھار، افغانستان، بدائع الصنائع، فصل شرائط ارکان الصلاۃ)

اور اگر آخری درجہ میں شفق کے معنیٰ ایسی چیز کے لئے جائیں، جس میں حمرۃ کی شمولیت ہو، تب بھی اس سے شفقِ ابیض کا انکار لازم نہیں آتا۔

کیونکہ شفق دراصل احمر وابیض دونوں کے مجموعے کا نام ہے، اس کا ایک حصہ احمر ہے، تو دوسرا حصہ ابیض ہے۔ لہٰذا شفقِ ابیض پر اس حیثیت سے اس کا اطلاق درست ہے کہ اس کا ایک حصہ احمر ہے، اور متعدد فقہاء نے صبح صادق کی بیاض کو اسی حیثیت سے بیاض وحمرۃ کا مجموعہ قرار دیا ہے۔

(ملاحظہ ہو: تحفۃ الحبیب علی شرح الخطیب، ج ۲ ص ۲۹، کتاب الصلاۃ)

ایک شبہ کا جواب

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں شفق کے احمر ہونے کا ذکر ہے، مگر محدثین کے نزدیک اس کا مرفوع ہونا مشکوک ہے، اور اس کا موقوف ہونا راجح ہے۔

(ملاحظہ ہو: صحیح ابنِ خزیمۃ، حدیث نمبر ۳۵۵، کتاب الصلاۃ، باب کراھۃ تسمیۃ صلاۃ العشاء عتمۃ، فتح الباری لابنِ رجب، باب النوم قبل العشاء لمن غلب، السنن الکبریٰ للبیھقی، حدیث نمبر ۱۸۱۵، کتاب الصلاۃ، باب دخول وقت العشاء بغیبوبۃ الحمرۃ)

لہٰذا دوسری بے شمار مرفوع وموقوف احادیث اور آثار کو اس پر ترجیح حاصل ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن واحادیث اور صحابہ وتابعین وغیرہ کے آثار اور لغت اور فنِ فلکیات کی تمام جہات سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی تائید ہوتی ہے۔

مگر افسوس کہ بہت سے حضرات اس سلسلہ میں بے شمار غلط فہمیوں کا شکار ہیں۔

جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مغرب کے وقت کی انتہاء اور عشاء کے وقت کی ابتداء شفقِ ابیض کے غروب ہونے پر ہوتی ہے، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ فلکی اور حسابی اعتبار سے شفقِ ابیض کا غروب سورج کے کتنے درجہ زیرِ افق ہے؟ تو اس سلسلہ میں اہلِ علم کا اختلاف ہے، مگر جمہور کے نزدیک شفقِ ابیض کا غروب سورج کے ۱۸ درجے زیرِ افق پر ہوتا ہے۔ اس مسئلہ کی تحقیق ہم نے اپنے دوسرے مضمون ''صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق'' میں ذکر کردی ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان ۵/ ربیع الآخر/ ۱۴۳۱ھ 22 مارچ/ 2010ء بروز پیر

Idara Ghufran

کیا آپ جانتے ہیں؟ ترتیب: مولانا ابرار حسین ستی

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

سوالات و جوابات

۱۸ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۲ھ بمطابق ۷ ستمبر ۲۰۰۱ء بعد از جمعۃ المبارک کے سوالات اور حضرت مدیر کی طرف سے ان کے جوابات۔

ان مضامین کو ریکارڈ کرنے کی خدمت مولانا محمد ناصر صاحب نے، ٹیپ سے نقل کرنے اور نظر ثانی، ترتیب وتخریج نیز عنوانات قائم کرنے کی خدمت مولانا ابرار حسین ستی صاحب نے انجام دی ہے، اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں......ادارہ

وسیلے کی شرعی حیثیت

سوال:......وسیلے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: وسیلے کی شرعی حیثیت جاننے سے پہلے اس کے بارے میں تفصیل معلوم ہونی چاہئے کیونکہ ایک وسیلہ جائز ہوتا ہے اور ایک ناجائز ہوتا ہے۔

ناجائز وسیلہ

ناجائز وسیلہ یہ ہے کہ مثلاً کسی کا عقیدہ یہ ہو کہ میں فلاں نبی، فلاں بزرگ یا فلاں ولی کا واسطہ دے کر دعا کرونگا تو یہ دعا قبول ہوگی ورنہ نہیں ہوگی، یہ ناجائز وسیلہ ہے، اسی طرح اگر کسی کی نیت یہ ہو کہ یہ دعا پہلے اس نبی یا ولی کے پاس جائے گی، پھر وہاں سے اوپر اللہ تعالیٰ کے پاس جائے گی، اور وسیلہ کے بغیر براہِ راست اللہ تعالیٰ کے پاس نہیں جائے گی، تو یہ بھی ناجائز وسیلہ ہے، اسی طرح کسی کی نیت یہ ہو کہ ہماری اس دعا کو فلاں ولی یا نبی براہ راست سن رہے ہیں، تو یہ وسیلہ بھی ناجائز ہے، غرضیکہ وسیلے میں اس طرح کی کوئی غیر شرعی بات ہوگی، تو یہ ناجائز وسیلہ ہوگا۔

جائز وسیلہ

اور ایک جائز وسیلہ ہے جائز وسیلہ یہ ہے کہ اپنے کسی عمل کا یا کسی نبی یا بزرگ کے کسی نیک عمل کا یا کسی بزرگ یا نبی کی ذات کا بطور برکت دعا میں وسیلہ پکڑتا ہے، اس اعتبار سے نہیں، جس طرح وزیروں کے ہاں

(چپڑاسی وغیرہ کے)واسطے ہوتے ہیں، بلکہ اس طرح بطور برکت کے کہ جس طرح دعا کے ساتھ درود شریف پڑھا جاتا ہے، کیونکہ درود شریف دعا سے پہلے اور بعد میں اسی لئے پڑھا جاتا ہے کہ اس کی وجہ سے دعا میں زیادہ برکت آجاتی ہے۔

اسی طرح انبیاء علیہم السلام کا اور ولیوں کا وسیلہ اس اعتبار سے لانا کہ انبیاء علیہم السلام بہت بابرکت اللہ تعالیٰ کی ہستیاں ہیں اولیاء اللہ کا عمل ہمارے سے بہت اونچا ہے تو ان کا واسطہ لائیں گے تو دعا میں زیادہ برکت پیدا ہو جائے گی اگرچہ اس کو قبول اللہ ہی نے کرنا ہے پہلے بھی کرنا تھا اب بھی کرنا ہے، اور ان بزرگوں کے پاس دعا پہنچنی نہیں ہے بلکہ دعا پہلے (بغیر وسیلہ کے) بھی سیدھی اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچتی اور اب بھی سیدھی اللہ تعالیٰ کے ہاں ہی پہنچے گی، نیت یہ نہیں کہ پہلے وہاں بزرگ کے پاس پہنچے گی یا پہلے وہ سنیں گے یا دعا میں قبول کرائیں گے یا دعا میں ان کا نام اور واسطہ دے دیا، تو پھر اللہ پر قبول کرنا ضروری ہو جائے گا وغیرہ وغیرہ۔

تو یہ وسیلہ جائز ہے اور کوئی غلط بات یا غلط نیت ہو تو ناجائز ہے، یہ تفصیل میں نے اس لئے عرض کر دی کہ بعض لوگوں کے ذہنوں میں صرف ایک پہلو رہتا ہے ۔

ایک دفعہ ایک صاحب نے میرے پاس ایک کاغذ بھیجا، اس میں اعتراض کے طور پر لکھا ہوا تھا یا رسول اللہ کہنا جائز ہے؟ اور آگے کچھ مستند بزرگانِ دین کے اشعار لکھے ہوئے تھے کہ جن میں یا رسول اللہ کے الفاظ تھے تو میں نے جواب میں لکھ دیا کہ جس طرح سے انہوں نے یا رسول اللہ کہا ہے اس طرح سے آپ بھی کہہ لیجئے۔ انہوں نے شعر میں کہا ہے اور حاضر ناظر سمجھ کر نہیں کہا، جس طرح شاعر محبت میں خطاب کر دیتا ہے پہاڑ سے خطاب کر دیتا ہے ہوا سے کر دیتا ہے۔ جیسے ع

ہوا ہوا مجھ کو بتا دے اس سے ملا دے

یا کبھی جنگل سے خطاب کر دیتا ہے دریا سے کر دیتا ہے ماں محبت میں اپنے بیٹے کو جو کہ فوت ہو چکا ہے اسکو خطاب کر کے کوئی بات کہتی ہے اس کا عقیدہ بھی نہیں ہوتا کہ میرا بیٹا اس آواز کو سن رہا ہے یہ عقیدہ نہیں ہوتا تو اس طرح سے محبت میں تصورات میں کہہ دیا، لہٰذا جس عقیدے کے ساتھ ان بزرگوں نے کہا ہے، آج لوگوں کا وہ عقیدہ نہیں، اتنے بڑے اولیاء اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے اولیاء اللہ کے وسیلے سے دعا مانگی، تو وہ جائز وسیلہ ہے۔

اورآجکل قبر پرستی ہورہی ہے وہاں جا کرلوگوں کا عقیدہ ہی یہ ہے کہ اگران کا واسطہ نہ لایا جائے تو دعا ہی قبول نہیں ہوتی۔

بلکہ آج کل وسیلہ تو کیا براہ راست انہیں سے جا کر مانگتے ہیں، کہ مثلاً کہتے ہیں،نعوذ باللہ ہمیں اولاد دے دو یہ تو وسیلے سے بھی آگے بڑھ گئے ناجائز وسیلے سے بھی آگے بڑھ گئے۔

انہوں نے بزرگوں سے ہی مانگنا شروع کر دیا ان کا تو وسیلہ بھی وسیلہ نہیں رہا، اب یہ لوگ اپنی غلط بات کو ثابت کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ اصل بات یہ ہے کہ اگر چھت پر چڑھو گے تو کیا بغیر سیڑھی کے چڑھ جاؤ گے، بغیر زینے کے چڑھ جاؤ گے، دیکھو چڑھنے کے لئے زینہ کی ضرورت پڑتی ہے، سیڑھی کی ضرورت پڑتی ہے، اور اللہ تعالیٰ تو بہت اونچی چیز ہیں، یہ دوسری منزل تو پھر بھی قریب ہے، تو اس لئے بغیر وسیلوں کے کیسے پہنچ جاؤ گے؟م

گرہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ دور ہیں یا قریب ہیں؟ اس بارے میں خود اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب یعنی قرآن مجید سے پوچھیں:

نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ

ہم انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں

تو اللہ تعالیٰ دور کہاں ہیں؟ وہ تو بہت قریب ہیں اتنے قریب ہیں کہ بزرگ بھی اتنا قریب نہیں اپنے آپ بھی انسان اتنا قریب نہیں جتنے قریب اللہ تعالیٰ ہیں تو، بھائی اللہ تعالیٰ کو سیڑھی پر کیوں قیاس کر رہے ہو؟ اللہ تبارک وتعالیٰ حاضر ناظر ہیں، عالم الغیب ہیں، ہر ایک بات کو سن رہے ہیں ہر ایک کو دیکھ رہے ہیں کوئی چیز پوشیدہ نہیں کوئی آواز اللہ تعالیٰ سے غائب نہیں تو اس سے زیادہ قریب اور کون ہوسکتا ہے کہ ہمارے دل کی ہر آواز کو بھی سن رہے ہیں دل کے حالات کو بھی جانتے ہیں ان سے زیادہ قریب کون ہوسکتا ہے؟

اس قسم کی باتیں تو مشرکین بھی کہا کرتے تھے جب ان سے کہا جاتا تھا تم ان بتوں کی کیوں عبادت کرتے ہوا؟

مَانَعۡبُدُهُمۡ اِلَّا لِیُقَرِّبُوۡنَا اِلَی اللّٰهِ زُلۡفًا

کہ ہم ان بتوں کی صرف اس لئے عبادت کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کرنے کا ذریعہ اور واسطہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ شرک وبدعات سے حفاظت فرمائیں، کیونکہ یہ دونوں بہت خطرناک چیزیں ہیں۔

عبرت کدہ ﴿اِنَّ فِیۡ ذَالِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَبۡصَارِ﴾ ابوجویریہ

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت لوط علیہ السلام (قسط ۸)

عذاب کے فرشتوں کی قومِ لوط کی طرف آمد

حضرت لوط علیہ السلام کی درد بھری دعوت کو جب اہلِ سدوم نے ٹھکرادیا، اور بجائے ماننے کے الٹا حضرت لوط علیہ السلام کو اخراج اور سنگساری کی دھمکیاں دینے لگے۔

ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ کا قانونِ جزاء (یعنی بدکرداریوں کے اصرار کی سزا بربادی وہلاکت) کا حرکت میں آتا ہے۔

چنانچہ عذاب کے فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے روانہ ہوکر سدوم پہنچے، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقام سے کچھ فاصلہ پر تھا۔

اللہ تعالیٰ جس قوم کو عذاب میں پکڑتے ہیں، اس پر ان کے عمل کے مناسب ہی عذاب مسلط فرماتے ہیں، اس موقع پر اللہ تعالیٰ کے یہ فرشتے حسین لڑکوں کی شکل میں بھیجے گئے، جب وہ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر پہنچے تو حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو انسان کی شکل میں دیکھ کر مہمان ہی سمجھا۔

حضرت لوط علیہ السلام نے ان مہمانوں کو دیکھا تو گھبرا گئے، اور رنج وغم میں مبتلا ہوگئے کہ مہمانوں کی مہمانی نہ کی جائے تو یہ شانِ پیغمبری کے خلاف ہے، اور اگر ان کو مہمان بنایا جاتا ہے تو اپنی قوم کی خباثت معلوم ہے، اور اس کا خطرہ ہے کہ وہ مکان پر چڑھ آئیں، اور مہمانوں کو اذیت پہنچائیں، اور وہ ان کی مدافعت نہ کرسکیں، اور دل میں کہنے لگے، آج بڑا سخت دن ہے، کیونکہ یہ بات ابھی تک حضرت لوط علیہ السلام کے علم میں نہیں تھی، کہ یہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس عالَم کو عجیب عبرت کی جگہ بنایا ہے، جس میں اس کی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ کے بے شمار مظاہرے ہوتے ہیں، آزر بت پرست کے گھر میں اپنا خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا کردیا، حضرت لوط علیہ السلام کے گھر میں ان کی بیوی کو اسلام کی توفیق نہ ہوئی، حضرت لوط علیہ السلام کی مخالفت کرتی تھی۔

جب یہ محترم مہمان حسین لڑکوں کی شکل میں حضرت لوط علیہ السلام کے گھر میں مقیم ہو گئے، تو ان کی بیوی نے اوباش لوگوں کو خبر کر دی کہ آج ہمارے گھر میں اس طرح کے مہمان آئے ہیں۔

وہ اوباش لوگ یہ سن کر حضرت لوط علیہ السلام کے مکان پر چڑھ آئے، اور مطالبہ کرنے لگے کہ تم ان کو ہمارے حوالہ کرو، حضرت لوط علیہ السلام نے بہت سمجھایا، اور کہا کیا تم میں کوئی بھی ''رجل رشید'' یعنی سلیم الفطرت انسان نہیں ہے کہ وہ انسانیت کا مظاہرہ کرے، اور حق کو سمجھے، تم کیوں اس لعنت میں گرفتار ہو، اور خواہشاتِ نفس کو پورا کرنے کے لئے فطری طریقہ کو چھوڑ کر اور حلال طریقہ سے عورتوں کو رفیقۂ حیات بنانے کی جگہ اس ملعون بے حیائی کے درپے ہو۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالَ هَذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ قَالَ يَا قَوْمِ هَؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ (سورۃ ھود آیت ۷۷، ۷۸)

ترجمہ: اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے تو وہ (ان کے متعلق) غمناک اور تنگ دل ہوئے اور کہنے لگے کہ آج کا دن بڑی مشکل کا دن ہے۔ اور لوط کی قوم کے لوگ ان کے پاس بے تحاشا دوڑتے ہوئے آئے اور یہ لوگ پہلے ہی سے برے افعال (بدکاریاں وبدکرداریاں) کیا کرتے تھے۔ لوط نے کہا کہ اے قوم! یہ (جو) میری (قوم کی) لڑکیاں ہیں، یہ تمہارے لیے (جائز اور) پاک ہیں، سو اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے (بارے) میں میری آبرو نہ کھوؤ۔ کیا تم میں کوئی بھی شائستہ آدمی نہیں (ترجمہ ختم)

قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قومِ لوط اپنے اس خبیث فعل کی نحوست سے اس قدر بے حیاء ہو چکے تھے کہ علانیہ حضرت لوط علیہ السلام کے مکان پر چڑھ دوڑے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے جب دیکھا ان سے مقابلہ مشکل ہے، تو ان کو شر سے باز رکھنے کے لئے فرمایا کہ تم اس شر وفساد سے باز آجاؤ، تو میں اپنی لڑکیاں تمہارے نکاح میں دے دوں گا۔ [1]

---

[1] اس زمانہ میں مسلمان لڑکی کا نکاح کافر سے جائز تھا، اور حضور ﷺ کے ابتدائی زمانہ تک یہی حکم جاری تھا، اس لئے حضور ﷺ نے اپنی دو صاحبزادیوں کا نکاح عتبہ بن ابی لہب اور ابوالعاص بن ربیع سے کر دیا تھا، حالانکہ یہ دونوں کفر پر تھے، بعد میں وہ آیات نازل ہوئیں، جن میں مسلمان عورت کا نکاح کافر مرد سے حرام قرار پایا ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن اہلِ سدوم شرافت وانسانیت سے عاری ہوچکے تھے، اس لئے انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کی یہ نصیحت سن کرہٹ دھڑمی سے کہا:

قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ(سورة هود آيت ۷۹)

ترجمہ: وہ بولے تم کومعلوم ہے کہ تمہاری (قوم کی) بیٹیوں کی ہمیں کچھ حاجت نہیں۔اور جو ہماری غرض ہے اسے تم (خوب) جانتے ہو (ترجمہ ختم)

یعنی ہمیں بس اپنے خبیث تقاضے کو پورا کرنا ہے، اور یہ تقاضا صرف لڑکوں سے ہی پورا ہوسکتا ہے، ہمیں لڑکیوں کی ضرورت نہیں، اور یہ بات آپ کواچھی طرح معلوم ہے، اس لئے آپ کی اس گفتگو کا کوئی فائدہ نہیں۔

اس موقع پر ہرطرح سے عاجز ہوکر حضرت لوط علیہ السلام کی زبان پر یہ کلمہ آیا:

قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ(سورة هود آيت ۸۰)

ترجمہ: لوط نے کہا اے کاش مجھ میں تمہارے مقابلے کی طاقت ہوتی یا کسی مضبوط قلعے میں پناہ پکڑسکتا (ترجمہ ختم)

یعنی کاش میں مجھ میں اتنی قوت وطاقت ہوتی کہ میں اس پوری قوم کا خود مقابلہ کرسکتا، یا پھر کوئی جتھہ یا جماعت ہوتی، جو مجھے ان ظالموں کے ہاتھ سے نجات دلاتی۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس جگہ اپنی لڑکیوں سے مراد قوم کی لڑکیاں ہیں، کیونکہ ہر پیغمبر اپنی قوم کے لئے باپ کی طرح ہوتا ہے، اور پوری امت اس کی روحانی اولاد ہوتی ہے، اس تفسیر کے مطابق اس قول کا مطلب یہ ہوگا کہ تم اپنی خبیث عادت سے باز آ جاؤ، اور شرافت کے ساتھ قوم کی لڑکیوں سے نکاح کرو، اور ان کو بیبیاں بناؤ (معارف القرآن عثمانی ج۴ص ۶۵۳،۶۵۴)

[۱] بخاری کی ایک حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت لوط علیہ السلام کے اس جملہ کے متعلق فرمایا کہ اللہ تعالیٰ لوط پر رحم فرمائیں، وہ کسی مضبوط جماعت کی پناہ لینے پر مجبور ہوگئے۔

حدثنا أبو اليمان أخبرنا شعيب حدثنا أبو الزناد عن الأعرج عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال يغفر الله للوط إن كان ليأوي إلى ركن شديد(بخاري حديث نمبر ۳۱۲۴)

اور ترمذی میں اس کے ساتھ اس جملہ کا بھی اضافہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا، جس کا کنبہ قبیلہ اس کا حمایتی نہ ہو۔

حدثنا الحسين بن حريث الخزاعي المروزي حدثنا الفضل بن موسى عن محمد بن عمرو عن أبي سلمة عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن الكريم ابن الكريم ابن الكريم ابن الكريم يوسف بن يعقوب بن إسحق بن إبراهيم قال ولو لبثت في السجن ما لبث يوسف ثم جاء ني الرسول أجبت ثم قرأ(فلما جاء ه الرسول قال ارجع إلى ربك فاسأله ما بال النسوة اللاتي قطعن أيديهن)قال ورحمة الله على لوط إن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب قومِ لوط ان کے گھر پر چڑھ آئی، تو حضرت لوط علیہ السلام نے اپنے گھر کا دروازہ بند کرلیا، اور یہ گفتگو اس شریر قوم سے پس دیوار ہو رہی تھی، فرشتے بھی مکان کے اندر موجود تھے، ان لوگوں نے دیوار پھاند کر اندر گھسنے اور دروازہ توڑنے کا ارادہ کیا، اس پر حضرت لوط علیہ السلام کی زبان پر یہ کلمات آئے۔

حضرت لوط علیہ السلام کی اس پریشانی واضطراب کو دیکھ کر فرشتوں نے بات کھول دی، اور کہا کہ آپ گھبرایئے نہیں، آپ کی جماعت بڑی قوی اور مضبوط ہے، ہم اللہ کے فرشتے ہیں، ان کے قابو میں آنے والے نہیں، بلکہ ان پر عذاب واقع کرنے کے لئے آئے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید کی سورہ ہود میں ارشاد ہے:

قَالُوا يَا لُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَصِلُوا إِلَيْكَ (سورة هود آيت ۸۱)

ترجمہ: فرشتوں نے کہا کہ لوط ہم تمہارے پروردگار کے فرشتے ہیں۔ یہ لوگ ہرگز تم تک نہیں پہنچ سکیں گے (ترجمہ ختم)

اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ دروازے سے ہٹ جایئے، چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام دروازہ سے ہٹ گئے اور دروازہ کھول دیا، حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنا پَر مارا، جس سے ان کی آنکھیں مسخ (سپاٹ) ہوگئیں، اور ان کی آنکھوں کی روشنی ختم ہوگئی، اور وہ الٹے پیروں واپس بھاگے، اور کہنے لگے "النجا، النجا" نجات ہو، نجات ہو، لوط کے گھر میں تو روئے زمین کے بڑے بڑے جادوگر ہیں، جنہوں نے ہم پر جادو کردیا، اور ہمیں اندھا کردیا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كان ليأوى إلى ركن شديد إذ قال (لو أن لى بكم قوة أو آوى إلى ركن شديد)فما بعث الله من بعده نبيا إلا فى ذروة من قومه حدثنا أبو كريب حدثنا عبدة وعبد الرحيم عن محمد بن عمرو نحو حديث الفضل بن موسى إلا أنه قال ما بعث الله بعده نبيا إلا فى ثروة من قومه قال محمد بن عمرو الثروة الكثرة والمنعة قال أبو عيسى وهذا أصح من رواية الفضل بن موسى وهذا حديث حسن(ترمذی، حديث نمبر ۳۰۴۱)

خود حضور ﷺ کے متعلق کفارِ قریش نے ہزاروں طرح کی تدبیریں کیں، لیکن آپ ﷺ کے پورے خاندان نے آپ کی حمایت کی، اگرچہ مذہب میں وہ سب آپ ﷺ کے موافق نہ تھے، اسی وجہ سے پورے بنی ہاشم اس مقاطعہ میں حضور ﷺ کے ساتھ شریک رہے، جس میں کفارِ قریش نے ان پر دانا پانی بند کردیا تھا (معارف القرآن عثمانی ج ۴ ص ۶۵۴)

[1] چنانچہ تفسیر قرطبی میں ہے:

قالت له الرسل :تنحّ عن الباب؛ فتنحّى وانفتح الباب؛ فضربهم جبريل بجناحه فطمس أعينهم ، وعَمُوا وانصرفوا على أعقابهم يقولون :النجاء ؛ قال الله تعالى :(وَلَقَدْ رَاوَدُوهُ عَن ضَيْفِهِ فَطَمَسْنَآ أَعْيُنَهُمْ)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

مستدرک حاکم میں حضرت ابنِ مسعود و حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک صحیح روایت میں اس پورے واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ ۱؎

(جاری ہے............)

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

(القمر 37 :) . وقال ابن عباس وأهل التفسير :أغلق لوط بابه والملائكة معه في الدار ، وهو يناظر قومه ويناشدهم من وراء الباب ، وهم يعالجون تسوّر الجدار؛ فلما رأت الملائكة ما لقي من الجهد والكرب والنّصب بسببهم ، قالوا :يا لوط إن ركنك لشديد ، وأنهم آتيهم عذاب غير مردود ، وإنا رسل ربك؛ فافتح الباب ودعنا وإياهم؛ ففتح الباب فضربهم جبريل بجناحه على ما تقدّم .وقيل :أخذ جبريل قبضة من تراب فأذراها في وجوههم ، فأوصل الله إلى عين مَن بَعُد ومَن قَرُب من ذلك التراب فطمس أعينهم ، فلم يعرفوا طريقاً ، ولا اهتدوا إلى بيوتهم ، وجعلوا يقولون :النجاء النجاء فإن في بيت لوط قوماً هم أسحر من على وجه الأرض ، وقد سحرونا فأعموا أبصارنا .وجعلوا يقولون :يا لوط كما أنت حتى نصبح فسترى؛ يتوعدونه (تفسير القرطبي تحت آيت ۸۰ من سورة الهود)

۱؎ چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں:

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ الصَّفَّارُ ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ نَصْرٍ ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ طَلْحَةَ ، حَدَّثَنَا أَسْبَاطٌ ، عَنِ السُّدِّيِّ ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ، وَعَنْ مُرَّةَ ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ ، وَعَنْ أُنَاسٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مَرْفُوعًا ، قَالَ :لَمَّا خَرَجَتِ الْمَلائِكَةُ مِنْ عِنْدِ إِبْرَاهِيمَ نَحْوَ قَرْيَةِ لُوطٍ وَأَتَوْهَا نِصْفَ النَّهَارِ ، فَلَمَّا بَلَغُوا نَهَرَ سَدُومٍ لَقَوُا ابْنَةَ لُوطٍ تَسْتَقِي مِنَ الْمَاءِ لأَهْلِهَا وَكَانَ لَهُ ابْنَتَانِ ، فَقَالُوا لَهَا :يَا جَارِيَةُ ، هَلْ مِنْ مَنْزِلٍ ؟ قَالَتْ :نَعَمْ ، مَكَانَكُمْ لا تَدْخُلُوا حَتَّى آتِيَكُمْ ، فَأَتَتْ أَبَاهَا ، فَقَالَتْ :يَا أَبَتَاهُ أَدْرِكْ فِتْيَانًا عَلَى بَابِ الْمَدِينَةِ مَا رَأَيْتُ وُجُوهَ قَوْمٍ هِيَ أَحْسَنُ مِنْهُمْ لا يَأْخُذُهُمْ قَوْمُكَ فَيَفْضَحُوهُمْ ، وَقَدْ كَانَ قَوْمُهُ نَهَوْهُ أَنْ يُضِيفَ رَجُلا ، حَتَّى قَالُوا :حَلَّ عَلَيْنَا ، فَلْيُضَيِّفِ الرِّجَالَ ، فَجَاءَهُمْ وَلَمْ يُعْلِمْ أَحَدًا إِلاَّ بَيْتَ أَهْلِ لُوطٍ ، فَخَرَجَتِ امْرَأَتُهُ فَأَخْبَرَتْ قَوْمَهُ ، قَالَتْ :إِنَّ فِي بَيْتِ لُوطٍ رِجَالا مَا رَأَيْتُ مِثْلَ وُجُوهِهِمْ قَطُّ ، فَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ ، فَلَمَّا أَتَوْهُ ، قَالَ لَهُمْ لُوطٌ :يَا قَوْمِ ، اتَّقُوا اللَّهَ وَلا تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ هَؤُلاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ مِمَّا تُرِيدُونَ ، قَالُوا لَهُ :أَوَلَمْ نَنْهَكَ أَنْ تُضَيِّفَ الرِّجَالَ قَدْ عَلِمْتَ أَنَّ مَا لَنَا فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ ، وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ ، فَلَمَّا لَمْ يَقْبَلُوا مِنْهُ مَا عَرَضَهُ عَلَيْهِمْ ، قَالَ :لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ ، يَقُولُ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ :لَوْ أَنَّ لِي أَنْصَارًا يَنْصُرُونِي عَلَيْكُمْ أَوْ عَشِيرَةً تَمْنَعُنِي مِنْكُمْ لَحَالَتْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ مَا جِئْتُمْ تُرِيدُونَهُ مِنْ أَضْيَافِي ، وَلَمَّا قَالَ لُوطٌ :"لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ" ، بَسَطَ حِينَئِذٍ جِبْرِيلُ جَنَاحَيْهِ فَفَقَأَ أَعْيُنَهُمْ وَخَرَجُوا يَدُوسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي آثَارِ بَعْضٍ عُمْيَانًا ، يَقُولُونَ :النَّجَا النَّجَا ، فَإِنَّ فِي بَيْتِ لُوطٍ أَسْحَرَ قَوْمٍ فِي الأَرْضِ ، فَذَلِكَ قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ :"وَلَقَدْ رَاوَدُوهُ عَنْ ضَيْفِهِ فَطَمَسْنَا أَعْيُنَهُمْ" ، وَقَالُوا :يَا لُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَصِلُوا إِلَيْكَ ، فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِنَ اللَّيْلِ وَلا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ أَحَدٌ إِلاَّ امْرَأَتَكَ فَاتَّبِعْ آثَارَ أَهْلِكَ ، يَقُولُ :وَامْضُوا حَيْثُ تُؤْمَرُونَ ، فَأَخْرَجَهُمُ اللَّهُ إِلَى الشَّامِ ، وَقَالَ لُوطٌ :أَهْلِكُوهُمُ السَّاعَةَ ، فَقَالُوا :إِنَّا لَمْ نُؤْمَرْ إِلاَّ بِالصُّبْحِ أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ ، فَلَمَّا أَنْ كَانَ السَّحَرُ خَرَجَ لُوطٌ وَأَهْلُهُ عَدَا امْرَأَتِهِ ، فَذَلِكَ قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ :إِلاَّ آلَ لُوطٍ نَجَّيْنَاهُمْ بِسَحَرٍ (مستدرك حاكم حديث نمبر ۴۰۵۹،وقال الحاكم : هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ)

طب و صحت

حکیم محمد فیضان

اسٹرابیری خوشنما اور مفید پھل

اسٹرابیری خوشنما اور دیدہ زیب خوشبودار پھل ہے جو بے حد مفید ہے، سرد مرطوب آب وہوا میں موسم بہار میں پیدا ہوتا ہے۔ یہ جنگلی بھی ہوتا ہے اور اس کی کاشت بھی کی جاتی ہے۔ اسے دنیا کے لذیذ ترین پھلوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ کچھ لوگ اسے نیا پھل سمجھتے ہیں مگر دو ہزار سال قبل بھی اٹلی کے جنگلات میں اسٹرابیری خوب پیدا ہوتی تھی۔

یورپ کے سیاح جب 1588ء میں امریکی ساحل پر اترے تو انہوں نے وہاں اس کی کاشت ہوتے دیکھی۔ 1860ء کے بعد امریکا کے دوسرے حصوں میں بھی اس کی کاشت ہونے لگی۔ اس وقت یہ پاکستان کی طرح دنیا کے کئی ملکوں میں خوب پیدا ہوتی ہے، یہاں تک کہ سری لنکا کی پہاڑیوں پر عام ملتی ہے اور متحدہ امارات کی ریگستانی زمین میں بھی اسے بڑے اہتمام سے کاشت کیا جاتا ہے۔ جس طرح پان کی بیلیں چھپروں کے نیچے اگتی ہیں، اسے بھی گھاس کی حفاظتی باڑھ لگا کر کاشت کیا جاتا تھا، اسی لئے شاید اس کا نام اسٹرا (گھاس) بیری پڑ گیا۔

مزاج

اطباء کے نزدیک اسٹرابیری کا مزاج گرم وتر ہے مگر گرم مزاج لوگوں کے لئے مضر نہیں۔ اسٹرابیری کا ذائقہ قدرے ترش مگر مزیدار ہوتا ہے۔

اسٹرابیری کے فوائد اور خواص

اسٹرابیری غذائیت بخش پھل ہے۔ یہ بھوک بڑھاتی ہے اور اس کو کھانے سے پیاس کم لگتی ہے، پیشاب کی جلن دور ہو جاتی ہے۔ چوں کہ اس میں غذائی ریشہ بھی خوب ہوتا ہے اس لئے اس کے استعمال سے خون میں کولسٹرول اور شکر کی سطح بھی کم ہو جاتی ہے۔ یہ قبض کو دور کرتی ہے۔ اس کو استعمال کرنے سے پھیپڑوں میں نمی پیدا ہو کر خشک کھانسی دور ہو جاتی ہے اور یہ جسم کی قوت مدافعت میں اضافہ کرتی ہے۔ اسٹرابیری حیاتین ج اور پوٹاسیئم سے بھرپور پھل ہے۔

اس میں حیاتین کے (K)، مینگنیز، فولک ایسڈ، پوٹاسیئم، رائبوفلاون، حیاتین ب5، ب6، تانبا، میگنیزیم اوراومیگا۔شحمی ایسڈ بھی ہوتے ہیں، لیکن اس میں حرارے کم ہونے کی وجہ سے مٹاپے کا امکان نہیں ہوتا۔

ایک پیالی اسٹرابیری میں حیاتین ج85 ملی گرام اور حرارے صرف45 ہوتے ہیں۔ حیاتین ج، ہماری کولسٹرول کے نقصانات سے تین طرح سے حفاظت کرتا ہے(1) یہ خون کی گاڑھی چکنائیوں کی سطح کم کر کے خون کو پتلا کرتا ہے(2) حیاتین ج، میں مانع تکسید صلاحیت بھی ہوتی ہے(3) اس طرح وہ تکسید کی وجہ سے ہونے والی تھکن دور کرتا ہے۔

اسٹرابیری میں سائیلک ایسڈ بھی پایا جاتا ہے، جو جلد کے مردہ خلیات کو خارج کر کے مسامات کو کھولتا ہے۔

اس میں فلیوونائیڈز بھی خوب ہوتے ہیں جن کے غذا میں فراہمی سے بعض پرانی بیماریاں جن میں سرطان، قلب کے امراض، ہائی بلڈ پریشر اور ہڈیوں کی کمزوری وغیرہ دور ہوسکتے ہیں۔اسٹرابیری میں سلی کون بھی خوب ہوتی ہے۔

یہ غذائی جز جسم کے ریشوں قلب اور شریانوں کی صحت کے لئے بہت مفید ہوتا ہے اسی لئے یہ قلب کے لئے بھی بہت مفید اور مؤثر مفرح ثابت ہوتی ہے۔اسٹرابیری جگر کے لئے بھی مفید ہے اس کی سمیت کو دور کرتی ہے۔اس میں ایک معدنی جزو بورون بھی ہوتا ہے جو خواتین کے جسم میں زنانہ ہارمون کی سطح بڑھا دیتا ہے، جس سے خواتین سن یاس کا آرام سے مقابلہ کرتی ہے۔

اسٹرابیری کو دانتوں پر ملنے سے ان پر جما میل کچیل بھی چھوٹ جاتا ہے اور اس سے مسوڑھے مضبوط ہوتے ہیں۔

اگر اسٹرابری کھا کر دانتوں کو صاف نہ کریں بلکہ کچھ دیر اسی طرح چھوڑ دیں پھر گرم پانی سے کلی کریں اور رگڑ کر دانت صاف کریں سارا میل کچیل دور ہو جائے گا۔

100 گرام اسٹرابری میں پائے جانیوالے چند اجزا مندرجہ ذیل ہیں۔

حیاتین الف وٹامن (اے)	۶۰ یونٹ	حیاتین (بی) تھایامین	۰ء۰۳ ملی گرام
رائبوفلاوین	۰ء۰۷ ملی گرام	نایاسین	۰ء۰۳ ملی گرام
حیاتین ج (سی)	۶۰ ملی گرام	فولاد	۰ء۰۸ ملی گرام
پوٹاسیئم	۲۲۰ ملی گرام		

اخبارِ ادارہ

مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب و روز

- ......جمعہ ۱۱/ ۱۸/ ۲۵/ ربیع الاول اور ۲/ ربیع الآخر کو متعلقہ مساجد میں وعظ و مسائل کی نشستیں ہوتی رہیں
- ......۱۳/ ۲۰/ ۲۷/ ربیع الاول اور ۴/ ربیع الآخر بروز اتوار بعد عصر اصلاحی مجلس ملفوظات منعقد ہوتی رہیں
- ......۱۰/ ۱۷/ ۲۴/ ربیع الاول اور یکم/ ربیع الآخر بروز جمعرات بعد ظہر طلبۂ کرام کی ہفتہ وار بزمِ ادب منعقد ہوتی رہیں۔
- ...... ۸/ ربیع الاول منگل مولانا طارق محمود صاحب چند دن کی رخصت پر مع اہلِ خانہ اپنے علاقہ صوابی (سرحد) تشریف لے گئے، ہفتہ ۱۲/ ربیع الاول کو واپسی ہوئی۔
- ......۱۰/ ربیع الاول جمعرات طلبہ کتب کا ضمنی ماہانہ جائزہ ہوا، مولوی طلحہ مدثر (معین مدرس) نے جائزہ لیا۔
- ......۱۳/ ربیع الاول اتوار بعد مغرب یومِ والدین کا جلسہ ہوا، جس میں سہ ماہی امتحانات کے نتائج بھی سنائے گئے، بندہ امجد کا بیان ہوا۔
- ......۲۴/ ربیع الاول اداہ کے حضرات بغرضِ تفریح اسلام آباد اور اسلام آباد کے مضافات میں چند مواقع پر گئے، دوپہر سے عشاء تک یہ تفریحی دورہ ہوا۔
- ......یکم/ ربیع الآخر جمعرات قاری سید امانت علی شاہ صاحب (خطیب ٹی اینڈ ٹی کالونی، والد گرامی مولوی عبدالسلام صاحب ناظم ''التبلیغ'') ادارہ میں تشریف لائے، حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم سے دارالافتاء میں ملاقات ہوئی، کچھ دیر مجلس رہی، بندہ امجد کے والد کی عیادت کی، پھر واپس تشریف لے گئے۔
- ......۲/ ربیع الآخر جمعہ کی شام بندہ امجد کے بھائی جناب قاری اشفاق احمد صاحب فیصل آباد سے تشریف لائے (آپ معلم ہیں، سعودیہ میں ہوتے ہیں، ان دنوں چھٹی پر آئے ہوئے ہیں) ۴/ ربیع الآخر اتوار کو واپس تشریف لے گئے۔
- ......۴/ ربیع الآخر اتوار کو حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم مع اہلِ خانہ، مولوی ناصر صاحب، اور مولوی عبدالسلام صاحب، مولانا خلیل اللہ صاحب کی دعوت پر کلر سیداں کے مضافات میں ان کے گاؤں تشریف لے گئے، بعد مغرب واپسی ہوئی۔
- ......۵/ ربیع الآخر سوموار مفتی محمد یونس صاحب حفظہ اللہ مع اہلِ خانہ دو دن کی رخصت پر اپنے علاقہ پنڈی گھیپ تشریف لے گئے۔

Iqra Ghufran

اخبارِ عالم

ابرار حسین ستی

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم و مفید حالات و واقعات، حادثات و تغیرات

21 فروری 2010ء/ ۶ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ : پاکستان: صدر نے سوئس کیسز کا سامنا کرنے کا فیصلہ کرلیا ۔ پاکستان: چاروں صوبوں میں یکساں بلدیاتی نظام رائج ہوگا، وزیراعظم **22 فروری**: پاکستان: ملک مڈٹرم الیکشن کا متحمل نہیں ہوسکتا، وزیراعظم گیلانی ۔ پاکستان: پاکستانی تفتیش پر عدمِ اطمینان امریکا نے ملا برادر کی حوالگی کا مطالبہ کردیا **23 فروری** : پاکستان: سترہویں ترمیم 23 مارچ تک ختم کردیں گے، وزیراعظم کی نواز شریف کو یقین دہانی ۔ پاکستان: پنجاب چشمہ جہلم پاور پروجیکٹ سے دستبردار، کراپ کلینڈر کے تحت پانی کی تقسیم پر اتفاق **24 فروری** : پاکستان: سوئس مقدمات حکومت نے نیب کو کارروائی سے روک دیا **25 فروری** : پاکستان: ضمنی انتخابات شیخ رشید ناکام، نواز لیگ کامیاب ۔ پاکستان: اٹارنی جنرل سے ملاقات کے بعد چیئرمین نیب مستعفی سوئس کیسز کے حوالے سے رپورٹ سپریم کورٹ میں پیش **26 فروری** : پاکستان: ماحول سازگار نہیں، بھارت کا جامع مذاکرات سے انکار ۔ پاکستان: حکومت نے کشکول نہ توڑا تو ہماری ایٹمی قوت چھن جائے گی، وزیراعلی پنجاب کا صوبائی سیرت کانفرنس میں اظہارِ خیال **27 فروری** : افغانستان: کابل کے پوش علاقے میں خودکش حملے، بھارتی شہریوں سمیت 17 افراد **28 فروری** : پاکستان: ڈی آئی خان، فیصل آباد ربیع الاول جلوسوں کے دوران ہنگامے، 8 جاں بحق، مسجد، مدرسہ و درجنوں گاڑیاں، مکانات اور تھانہ نذرآتش **یکم مارچ** : سعودی عرب: پاکستان کی صورتحال پر گہری تشویش ہے، سعودی عرب ۔ ڈی آئی خان، فیصل آباد، جلوسوں کے دوران ہنگامے 8 جاں بحق مسجد مدرسہ اور درجنوں گاڑیاں اور تھانہ نذرِ آتش **2 مارچ** : پاکستان: کرپٹ لوگ انجام کو پہنچ رہے ہیں، لوٹی گئی دولت جلد قوم کو واپس ملے گی، نواز شریف **3 مارچ** : پاکستان: تمام ادارے سپریم کورٹ کو جوابدہ ہیں، جسٹس جاوید، لاپتا افراد کیس کا فیصلہ 18 مارچ کو سنانے کا اعلان **4 مارچ** : پاکستان: کرپشن، موقع پرستی کی سیاست کا خاتمہ کر کے پنجاب کو خوشحال بنائیں گے، وزیراعلیٰ **5 مارچ** : پاکستان: سپریم کورٹ کے اقدامات کو مداخلت نہ سمجھا جائے، موجودہ جمہوریت چیف جسٹس کی مرہون منت ہے، جسٹس جاوید اقبال **6 مارچ** : پاکستان: مشکل وقت ہے، لیکن سرخرو ہوکر نکلیں گے، وزیراعظم گیلانی **7 مارچ** : پاکستان: عام آدمی کی بھوک مٹائے بغیر ترقی بے معنی ہوگی، شہباز شریف **8 مارچ** : افغانستان: کرزئی خفیہ دورۂ مرجع کے دوران گولہ نہ پھٹنے کے باعث بال بال بچ گئے **9 مارچ** : پاکستان: لاہور حساس ادارے کے دفتر پر خودکش حملہ، 13 جاں بحق **10 مارچ** : پاکستان: خواتین کو ہراساں کرنے پر

3 سال قید، ججوں کی تنخواہوں میں اضافہ ☜ یوٹیلٹی اسٹوروں پر گھی اور دالیں 2 سے 10 روپے کلو مہنگی ☜ **11 مارچ** : پاکستان: ضمنی انتخابات، لاہور اور جھنگ سے نواز، فورٹ عباس سے ضیاء لیگ، جعفر آباد سے پی پی کامیاب ☜ پاکستان: مانسہرہ، امریکی این جی اوز کے دفتر پر حملہ، 6 افراد جاں بحق ☜ جامعۃ الازہر مصر کے سربراہ شیخ طنطاوی انتقال کرگئے ☜ **12 مارچ** : پاکستان: کراچی ٹارگٹ کلنگ، مولانا مفتی سعید احمد جلالپوری سمیت 5 شہید، مولانا عبدالغفور ندیم سمیت 5 زخمی ☜ پشاور میں سیکورٹی چیک پوسٹ کے قریب خودکش حملہ، 5 افراد جاں بحق **13 مارچ** : پاکستان: لاہور دھماکوں سے لرز اٹھا، 2 خودکش حملوں میں 57 افراد جاں بحق، 150 زخمی ☜ **14 مارچ** : پاکستان: مینگورہ، سوات، خودکش حملے میں 16 جاں بحق، پشاور میں 3 قتل، کرم سے 6 لاشیں برآمد ☜ امریکہ: اوباما کی جنگی کابینہ کا اجلاس، طالبان سے مذاکرات پر غور، پاکستان پر دباؤ برقرار رکھنے کا فیصلہ ☜ **15 مارچ** : پاکستان: کراچی، مولانا عبدالغفور ندیم چل بسے، نماز جنازہ میں ہزاروں افراد کی شرکت ☜ **16 مارچ** : افغانستان: قندھار میں پاکستانی قونصل خانے کے قریب بم دھماکا، ایک جاں بحق ☜ **17 مارچ** : پاکستان: شہباز شریف نے پنجاب ڈینٹل کالج کی منظوری دے دی ☜ پاکستان: شمالی وزیرستان میں امریکی میزائل حملے، 12 افراد جاں بحق ☜ پاکستان: صدر نے این ایف سی ایوارڈز پر دستخط کردیئے ☜ پاکستان: جہلم مغوی پاکستانی نژاد برطانوی بچہ بازیاب، ایک کروڑ روپے تاوان دیا گیا ☜ **18 مارچ** : پاکستان: شمالی وزیرستان، امریکی ڈرونز کے مزید حملے، 10 افرد مارے گئے، پشاور میں پوسٹ پر حملہ 5 اہلکار جاں بحق پاکستان: کوئٹہ، فائرنگ اور بم دھماکوں میں سابق ایس پی سمیت 5 افراد ہلاک، شہر میں ایف سی طلب ☜ **19 مارچ** : پاکستان: پاکستانی ملوں کی چینی عالمی مارکیٹ کے مقابلے میں 10 روپے مہنگی ☜ پاکستان: درہ آدم خیل، کوہستان: فورسز سے جھڑپوں میں مطلوب کمانڈر سمیت 8 عسکریت پسند مارے گئے ☜ **20 مارچ** : پاکستان: بجلی بحران کے ذمہ دار نہیں، یکم اپریل سے بجلی کے نرخ بڑھانے کا فیصلہ

مسنون دُرودوسلام (جیبی سائز)

حضور ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول دُرود اور سلام کے مسنون و ماثور صیغے

مستند حوالہ جات کے ساتھ دُرود و سلام کا وظیفہ

مصنّف: مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران: چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان